ماہنامہ

حیاتِ نو

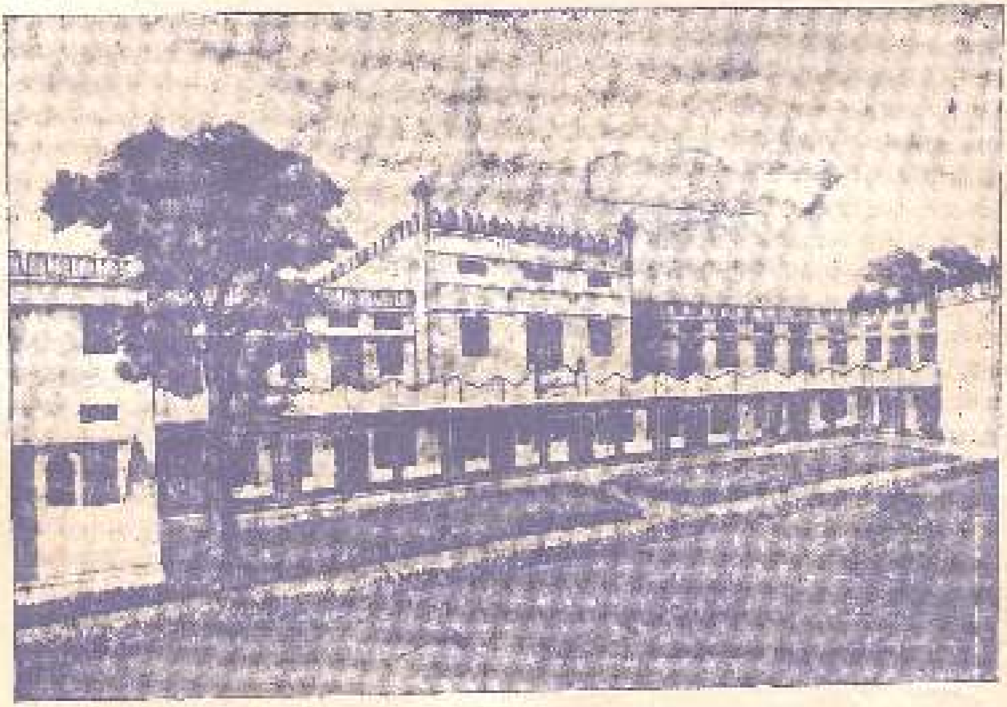

انجمن طلبۂ قدیم

جامعۃ الفلاح بلریا گنج اعظم گڈھ یوپی ہند

Jameatul-Falah-Bilariyaganj Azamgarh

فنِ تعلیم و تربیت

اسلامی خطوط پر نئی نسل کی صحیح تعلیم و تربیت کیلئے ایک عظیم کتاب

مؤلفہ: افضل حسین ایم اے ایل ٹی

موجودہ تمام طریقہ ہائے تعلیم کا تنقیدی مطالعہ

علمی اور فنی نقطۂ نظر سے عملی تجاویز

ماہرینِ تعلیم، اساتذہ، والدین اور طلبہ کے لئے

بیش قیمت پیش کش

قیمت -/۱۰

تعلیمات

اسلامی نظامِ تعلیم پر

سید ابوالاعلیٰ مودودی کی گرانقدر تالیف

مقصدِ تعلیم اور نصابِ تعلیم کا مفصل جائزہ اور واضح تجاویز

ماہرینِ تعلیم اور اساتذہ کے لئے رہنما کتاب

قیمت -/۳

مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی ۶

مولانا عنایت اللہ سبحانی کی تقریروں کا مجموعہ

"میرا پیام اور ہے"

چھپ کر آگیا ہے - قیمت علاوہ محصول ڈاک :- پانچ روپئے

دار البیان جامعۃ الفلاح بلریا گنج اعظم گڑھ

(۲۰۶۱۳۱)

ماہنامہ

حیاتِ نو

جلد ۲ شمارہ ۷

شعبان ۱۳۹۹ھ جولائی ۱۹۷۹ء

زیرِ سرپرستی

مولانا ابوبکر اصلاحی (صدر مدرس معہد)

مجلسِ ادارت

انصار احمد فلاحی مدیر مسئول (بلریا گنج)

حمد اللہ فراہی فلاحی (علی گڑھ)

عبد الحئی فلاحی (جامعہ ملیہ دہلی)

جاوید اشرف فلاحی (جامعۃ الفلاح)

عبید اللہ فہد (جامعۃ الفلاح)

قیمت فی شمارہ :- ڈیڑھ روپے ۱/۵۰

سالانہ زرِ تعاون :- پندرہ روپے ۱۵/۰

آئینہ ترتیب

۱- اپنی باتیں

دو اور ستارے ٹوٹے — ادارہ — ۴

۲- ہدایاتِ ربانی

خدمتِ خلق — مولانا شبیل احسن ندوی — ۳

۳- تازہ ترین انٹرویو

داعیِ حق کی خصوصیات — مولانا ابوالاعلیٰ مودودی — ۸

۴- مطالعہ کی میز پر

ہمہ گیر سازش مکمل انقلاب — عبید اللہ فہد — ۱۴

عباس ہویدا اور بھٹو کی پھانسی — عبد الحلیم فلاحی — ۱۸

۵- عالمی افق

!

زنجبار کے بعد یوگنڈا بھی … — انصار احمد فلاحی — ۳۰

افغان فوج میں بغاوت ہوگئی — نمائندہ زندگی لاہور — ۳۱

صنم کدوں کے درمیان لا الٰہ کی اذان — ایشیا لاہور — ۲۵

۶- موج و حباب

استفسار — مشفقت مبارکپوری — ۲۹

اک انقلاب کیلئے زمانہ بیقرار ہے — عبد الودود عابدی — ۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دو اور ستارے ٹوٹے

گذشتہ مہینے صحافت کی دنیا کو دو دل دوز حادثات سے دوچار ہونا پڑا، ان میں سے ایک اڈیٹر "البعث الاسلامی" مولانا محمد حسنی کی وفات کا غم اور دوسرا اڈیٹر "آفتاب" محترم محمود احمد صدیقی کے انتقال پر ملال کا جانکاہ حادثہ ہے۔ قدس اللہ سرہما وأدخلہما فسیح جناتہ۔

ان میں سے اول الذکر عربی زبان کے ممتاز انشاء پرداز معروف اسلامی ادیب اور اردو زبان کے بھی کئی کتابوں کے مصنف اور مترجم تھے جن دنوں عرب میں قومیت کے احیاء کی تحریک زوروں پر تھی، آپ البعث الاسلامی کے اداریوں کے ذریعہ پوری بلند آہنگی کے ساتھ حق کی آواز ایوان باطل تک پہنچاتے رہے، ان دنوں بھی جبکہ مصر اسرائیل معاہدہ تکمیل کو پہنچ رہا تھا آپ نے اپنی علمی صلاحیتوں کو اس کی تردید و مخالفت میں لگا دیا تھا، آپ کی تازہ ترین تصنیف "الاسلام الممتحن" (اسلام دور آزمائش میں) بھی کچھ عرصہ قبل شائع ہوئی ہے اور بے پناہ مقبولیت کی وجہ سے اس کے تین ایڈیشن نکل چکے اور عربی عوام و خواص اور اخوانیوں سے خراج تحسین وصول کر چکے ہیں، آپ کی دوسری تصنیف "مختصر تفسیر" کے نام سے شائع ہو رہی ہے، اردو تصنیفات و تراجم میں سوانح مولانا محمد علی مونگیری "ارکان اربعہ" (ترجمہ) وغیرہ شائع ہو کر مقبول ہو چکی ہیں ۔۔۔۔ اس وقت جبکہ صحافت کے میدان میں مادیت پرستی، ناجائز استحصال اور مفاد پرستی کا قبضہ ہو چکا ہے بھلی سرخیوں، سنسنی خیز خبروں اور دھوکا دینے والے غلط واقعات گھڑ کر کے سماج و ماحول کو کشیدہ بنایا جا رہا ہے، اور مسلم نوجوانوں کو سستی جذباتیت اور عریانیت و فحاشی کا شکار، صحافت میں اصول پسندی اور دینی و اخلاقی قیود کا لحاظ رکھنا بڑا مشکل ہے لیکن آپ نے ان تمام مشکلات کو برداشت کیا، دینی قدروں اور اصول و مبادی اسلام پر آنچ نہ آنے دی، جاہلیت تخریبی طاقتوں پر مسلم امت کی سادہ لوحی اور اسلام دشمنی پر آنسو بہاتے اور عالم اسلام

کو ان کے خلاف بیدار کرنے کی کوشش۔

عمر نے زیادہ وفا نہ کی چالیس سال کے قریب عمر پائی لیکن یہ عمر مختصر خدا کے دین کی اشاعت اور اعلائے کلمۃ الحق میں گزاری، خدا کے دین کا سپاہی، اپنے قلم و زبان کو حق کی حمایت، باطل کی مخالفت اور دین کی خدمت میں صرف کرتا رہا حتیٰ کہ اللہ نے اسے اپنے پاس بلا لیا۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

ثانی الذکر محترم محمود الحسینی بھوپال سے نکلنے والے روزنامہ **آفتاب** کے ایڈیٹر تھے محمود حسینی صحافت اردو کے درخشندہ ستارے تھے، شروع میں بہت دنوں تک روزنامہ ندیم سے وابستہ رہے پھر جمعیت اسلامیہ کے تحت نکالے چلاتے تو جناب ہز ہائی نس محمد صابر علی خاں نواب آف محمد گڑھ اسٹیٹ، محترم اسرار احمد صاحب، عبدالصمد خاں جیلانی اور تحریک اسلامی ہند کی کوششوں سے روزنامہ "اعتماد" نکالنا شروع کیا، بہت دنوں تک انھوں نے اس کے ذریعہ صحافت کی دنیا کو معنوی و اخلاقی اقدار، پاکیزہ و بے غرض سیاست اور اسلام کے شیریں پیغام سے روشناس کراتے رہے، جب پھر ملی پریشانیوں کے تحت اخبار بند ہو گیا تو روزنامہ آفتاب کی ادارت سے منسلک ہو گئے، عمر پچاس کے قریب پائی مگر پوری عمر تحریک اسلامی کے دوست، حامی اور اسلام کے معروف صحافی کی حیثیت سے اشاعت اسلام میں کامیاب رول ادا کرتے رہے۔

موصوف بھوپال کی ملی و سماجی سرگرمیوں میں پیش پیش رہتے تھے، بڑے ہی خوش مزاج، ملنسار اور خوش اخلاق تھے، اسلام اور تحریک اسلامی کے خلاف پھیلی ہوئی بدگمانیوں کو دور کرنے اور نظام اسلام کیلئے فضا ہموار کرنے سے آپ کو بڑی دلچسپی تھی۔ ہز ہائی نس **محمد صابر علی خاں** نواب آف محمد گڑھ اسٹیٹ، جو بھوپال کی ملی و سماجی سرگرمیوں کا مرکز ہیں اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں کہ:۔

"ان کے انتقال سے بھوپال کی اردو صحافت اور دینی و ملی سرگرمیوں میں ایک بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے جس کو پر کرنے کے لئے ان کا کوئی جانشین نظر نہیں آتا، انھوں نے ان دونوں میدانوں میں قابل قدر اور وسیع خدمات انجام دی ہیں جو آخرت میں انشاء اللہ ان کے لئے بڑا قیمتی اثاثہ ثابت ہوں گی۔

(مکتوب بنام مولانا نظام الدین صاحب اصلاحی مورخہ ۱۷ اکتوبر ۸۶ء)۔

ان دونوں قابل احترام صحافیوں اور اسلام کے خادموں کے انتقال پر ملال سے جو خلا پیدا ہو گیا ہے دعا ہے کہ خدا اسے جلد از جلد پر کرے اور جملہ پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

ادارہ حیات نو ان تمام سوگوار حضرات کے غم میں برابر کا شریک ہے اور ان بزرگوں کی مغفرت کے لئے دعا گو ہے۔

ہدایاتِ ربانی

خدمتِ خلق

مولانا جلیل احسن ندوی
جامعۃ الفلاح، بلریا گنج، اعظم گڑھ

أَلَمْ نَجْعَل لَّهُ عَيْنَيْنِ وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ فَكُّ رَقَبَةٍ أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ (سورۂ بلد آیت ۸ تا ۱۶)

کیا ہم نے انسان کو دو آنکھیں نہیں دیں (یہاں دو آنکھیں اس کو ملیں) اور ہم نے اس کو ایک زبان اور دو ہونٹ دیے اور ہم نے اس کو دو اونچے راستے دکھلائے لیکن یہ دشوار گزار گھاٹی میں نہیں چلا اور کون سی چیز ہے جو اس گھاٹی کی پوری حقیقت اور اہمیت بتا سکتی ہے؟ وہ ہے غلاموں کو غلامی کے بندھن سے چھڑانا، وہ ہے شدید قحط اور بھوک کے زمانے میں رشتہ دار یتیموں کو اور فقر و فاقے کے مارے ہوئے مسکینوں کو کھانا کھلانا۔

اس سورۃ کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کی ذرا سرکشی اور ڈھٹائی دیکھو، یہ پہلے کچھ نہ تھا، پھر ہم نے اس کی پرورش کی۔ یہ عجز و ناتوانی کا پیکر تھا، یہ سراپا فقر و احتیاج تھا۔ اس کی ناتوانی، بے بسی اور محتاجی کا یہ عالم تھا کہ بھوک لگے تو کھانا تک نہیں مانگ سکتا تھا، غذا اور پانی کا محتاج، لیٹنے اور سونے میں محتاج، ہر چیز کا محتاج، تو ہم نے اس کے لئے ماں کی گود مہیا کی، اس کے لئے دودھ اتارا، اس کے لئے ایک پورے خاندان کو خدمت گار بنایا اور اس طرح ہم اس کو پالتے رہے اس کی جسمانی اور فکری قوتوں کو بڑھاتے رہے اس کی لاچاری اور بے بسی دور کرتے رہے، یہاں تک کہ اس کو پال کر بچہ سے بڑا کیا۔

—— جوان بنایا، فکری اور جسمانی قوتوں کو حد کمال پر پہنچایا، اس کو دو آنکھیں دیں، اس کو بولنے کی قوت بخشی اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے نوازا، پھر اس سے ہم نے کہا، تم کو دو بلندیوں پر چڑھنا ہے۔ ان دونوں دشوار راستوں پر چلے بغیر اور گھاٹی کو پار کئے بغیر تم ہم تک نہیں پہنچ سکتے۔ سعادت اور کامیابی سے ہم کنار ہونا ہے تو اس گھاٹی کو پار کرنا اگر ہے ان میں سے پہلا راستہ یہ ہے کہ اپنے محسن کو پہچانو، اپنے پالنے والے سے محبت کرو، اس کے شکر گذار ہو، اس کے آگے جھکو اور گرو، اس کی مرضی پوری کرو، اس کی مرضی پوری کرنے کے لئے اپنی جان لڑا دو، جیسا کہ وفا شعار غلامی کا تقاضا ہے اور دوسرا مشکل راستہ جس پر چلنا ہے یہ ہے کہ اپنے سگے بھائیوں کے ساتھ بالخصوص دبے اور پسے ہوئے بھائیوں کے ساتھ غم خواری اور ہمدردی کرو، اگر کچھ لوگوں کی گردنوں میں غلامی کا پھندا پڑا ہوا ہے تو ان بندھنوں کو کاٹو،

کیونکہ غلامی صرف ایک ہی کی روا ہے، رب العالمین کی غلامی اور یہی ایک غلامی صحیح اور قانونی غلامی ہے باقی سب غیر قانونی ہیں۔ اسی طرح اگر دنیا فساد سے بھر جائے، دولت بغاوت کے نتیجے میں اجتماعی نظام کے سارے شعبوں میں خرابی پھیل جائے اور لوگ خود غرضی رشوت خوری کو غلہ کے گوداموں اور سونے چاندی کے ڈھیروں کو اپنا معبود بنالیں اور لوگ شدید بھوک کا شکار ہونے لگیں تو ایسے وقت میں تم اپنی جیب کھول دو، غلہ سے بھری ہوئی بوریوں کا منہ کھول دو اور سیف وال کا تالا توڑ کر پھینک دو۔ اپنے یتیم رشتہ داروں کو، غریبوں کو، بھوک سے تڑپنے والوں کو غلہ دو، کھانا پکا کر کھلاؤ — یہ ہے دوسرا راستہ جو اگرچہ مشکل راستہ ہے لیکن اس پر چلے بغیر گھاٹی کو پار کیسے کرو گے اور ہم تک کیسے پہنچو گے، کیسے ہماری خوشنودی حاصل کر سکو گے۔ پس جنہیں اپنے رب سے ملنے کا یقین ہے جنہیں مالک کے حضور پیش ہونا ہے جو ان دونوں بنیادوں پر عملی زندگی گزاریں گے وہی سعادت اور کامیابی سے ہم کنار ہوں گے وہی انعام پانے والے ہیں، انہیں کے ہاتھ میں کامیابی کا کاغذ دیا جائے گا۔ (اُولٰئِکَ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَۃِ) اور جنہوں نے ان راستوں پر چلنے کی ہمت نہیں کی وہ گھاٹی کو پار نہیں کر سکیں گے اور کامیابی کی منزل کو نہ پہنچ سکیں گے، ان کا شمار خدا کے منحوس بندوں میں ہوگا اور نحوست و بدبختی کا کاغذ انہیں تھمایا جائے گا۔

(اُولٰئِکَ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَۃِ) ان کے اوپر نیچے جہنم کی آگ ہوگی، اور جہنم کا منہ بند ہوگا، سخت آنچ اور دوامی دکھ!

وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی ۝ الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰی ۝ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤی ۝ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی ۝ وَلَسَوْفَ یَرْضٰی ۝ (سورۂ لیل ۱۷ تا ۲۱)

یقیناً جہنم سے دور رکھا جائے گا وہ بندہ جس نے بہت زیادہ تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کی، جو اپنا مال خدا کی راہ میں دیتا رہا نفس کو پاکیزہ بنانے کے لئے اور ایمان کو بڑھانے کے لئے، کسی کا (غریب محتاج) کا احسان نہ تھا کہ اس کا بدلہ اتارنا مقصود تھا، وہ صرف اس لئے غریبوں کو دیتا ہے کہ اس کا رب برتر اس سے خوش ہو، اس کی نظر رحمت اس کی طرف متوجہ ہو، تو ایسے بندہ کو خوشخبری ہو کہ وہ عنقریب ہماری طرف سے اتنا انعام پائے گا کہ وہ نہال ہو جائے گا۔

یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِیْرًا ۝ وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْكِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِیْدُ

یہ خدا کے وفا شعار بندے بندگی رب کی نذر جس دل سے مانی ہے اسے بہ تمام و کمال پورا کرتے ہیں اور ان کو ڈر لگا ہوا ہے ایک سخت و شدید دن کا اور یہ لوگ فقر و احتیاج کے باوجود مسکینوں کو، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں، وہ اپنی زبان حال سے کہتے ہیں کہ ہم تمہیں

منکم جزاءً و لا شکورا ○ انا نخاف من ربنا یوما عبوسا قمطریرا ○ فوقٰھم اللہ شر ذٰلک الیوم ولقّٰھم نضرۃ و سرورا ○

(سورہ دہر آیت ۹ تا ۱۱)

کھلاتے ہیں، محض اس لئے کھلا رہے ہیں کہ ہمارا رب ہم سے خوش ہو، ہم تم پر احسان نہیں کر رہے ہیں کہ تم اس کا بدلہ کبھی چکاؤ، یا احسان مانو، ہمیں تو ڈر لگا ہوا ہے ایک ہولناک بلا کے دن کا جس کا آنا ہمارے رب کی طرف سے یقینی ہے۔ بالآخر اللہ نے ان کو اس دن کے برے انجام سے بچا لیا اور ان کو شادابی چہرہ اور سرور سے شادکام کیا۔

یعنی شکر گزار، پرستار حق اور وفا شعار بندے خدا کے حق بندگی کو ادا کر رہے ہیں اور سوسائٹی کے تمام بے سہارا، محتاج اور گرفتار مصیبت لوگوں کی مدد کرتے ہیں اور اس معاملے میں مسلم اور غیر مسلم کے درمیان کسی فرق و امتیاز کے قائل نہیں ہیں، ایسا نہیں ہے کہ وہ صرف اپنے اعزا اور ہم عقیدہ مسلمانوں کو تو دیتے ہوں اور اجنبی اور دوسرے عقائد رکھنے والوں کو نہ دیتے ہوں۔

یاد رہے سورۂ دہر مکی ہے اور حال بیان ہو رہا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا، ان کے ہاتھوں سے دعوت اسلامی پر لبیک کہا ہے۔ مکہ میں مسکین مسلمان بھی تھے اور غیر مسلم بھی تھے، یتیموں میں دونوں طرح کے لوگ تھے، اور قیدی تو سب غیر مسلم ہی تھے عرب کے جنگ لڑائیوں میں دشمن کے سپاہیوں کو گرفتار کر کے اپنے یہاں لاتے، ان سے محنت شاقہ لیتے اور کھانے کو نہ دیتے، ان کی خبر لینے والا اگر کوئی گروہ تھا تو وہ یہی لوگ تھے جو توحید اور روز حساب پر ایمان لا چکے تھے۔

• کیا آج کے زمانے میں اس کلمہ گو کے زمانے میں انبیائی دعوت اور دعوت محمدی پر لبیک کہنے والے نہیں ہیں۔ اِنَّ ھٰذَا کَانَ لَکُمْ جَزَاءً وَّکَانَ سَعْیُکُمْ مَّشْکُوْرًا۔

مدیر زندگی نے دعائیں دیں

حسن اتفاق سے گورکھپور زون کا سہ روزہ تربیتی اجتماع جامعۃ الفلاح میں منعقد ہوا اور مجھے کئی دن جامعہ کے ہال میں قیام اور جامعہ کی شاندار مسجد میں نمازیں ادا کرنے کا موقع ملا۔ کئی سال تک عزیزی لطف اللہ سلمہ جامعہ میں تعلیم حاصل کرتے رہے اور یہیں سے انہوں نے فراغت حاصل کی۔ ان کی تعلیم کے دوران میں خواہش کے باوجود مجھے یہاں آنے کا موقع نہیں مل سکا تھا اور اب خوش قسمتی کہ اجتماع میں شرکت کے بہانے اس کا موقع نصیب ہوا۔ میں نے جامعہ کے قیام اور اس کی ترقی کی ایک مختصر روداد بھی سنی، یہ واقعہ ہے کہ جامعہ نے قلیل مدت میں بہت ترقی کی ہے اور اس کے سامنے مزید ترقی کے بڑے منصوبے ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کے منصوبے پورے ہوں اور یہ شمالی ہند کی ایک عظیم درسگاہ بن جائے۔

——— سید احمد قادری (مدیر ماہنامہ زندگی رام پور) ۱۴ جون ۸۴ء

عبدالودود عابدی

اِک انقلاب کے لئے زمانہ بے قرار ہے

خرد کی سرفرازیاں کہ شیطنت کی جیت ہے
جنوں کی نامرادیاں کہ آدمی کی ہار ہے
ہر آنکھ اشکبار ہے جو دل ہے سوگوار ہے
اک انقلاب کے لئے زمانہ بے قرار ہے

صدائے امن و آشتی کہ حریتوں کا ساز ہے
گرج ہے یہ بموں کی یا کہ صبح کی پکار ہے
جھلس رہا ہے آدمی کہ جنگ شعلہ بار ہے
اک انقلاب کے لئے زمانہ بے قرار ہے

تعلقات کی حسین حقیقتیں کہیں نہیں
جہاں میں پاک و بے غرض محبتیں کہیں نہیں
جبینِ حسن و عشق بھی ہوس سے داغدار ہے
اک انقلاب کے لئے زمانہ بے قرار ہے

وہ انقلاب جو جھکا دے سب کو بابِ ناز پر
خدائی کرنا چھوڑ دے خدا نے بے نیاز پر
کہ بندگئ غیر رب ہی آدمی کی ہار ہے
اک انقلاب کیلئے زمانہ بے قرار ہے

اٹھاؤ ساز چھیڑ دو گیت سناؤ داستان نو
وہ لے رہا ہے کروٹوں پہ کروٹیں جہان نو

سید مودودی کا ایک تازہ انٹرویو

داعی حق کی خصوصیات

یہ انٹرویو عالمی تحریکات اسلامی کے فکری قائد اور بانی جماعت اسلامی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی سے مسلم اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن امریکہ و کناڈا (M.S.A) کے نمائندہ جناب انیس احمد نے ۱۸ اپریل ۱۹۷۹ء کو لیا۔ یہ انٹرویو دراصل ایم ایس اے کے سالانہ اجتماع کے شرکاء کے لئے پیغام کے طور پر قلمبند ریکارڈ کیا گیا جو کہ ایک ہی سوال اور اس کے جواب پر مشتمل ہے۔ مولانا محترم کی صحت کا لحاظ کرتے ہوئے مزید سوالات نہیں کئے گئے۔ اس طرح یہ اپنی جگہ پر ایک مکمل گفتگو ہے۔ (ادارہ)

نمائندہ ایم۔ ایس۔ اے:- مولانا محترم!
پہلے میں جنوبی امریکہ و کنیڈا کے مسلمانوں اور مسلم اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کی جانب سے آپ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے ہماری دعوت کو قبول فرمایا اور ناسازی طبع کے باوجود ہمارے سالانہ اجتماع ۱۹۷۹ء کے لئے خصوصی انٹرویو دینا پسند فرمایا، یہ اللہ تعالیٰ کی نہایت مہربانی اور اس کا فضل ہے کہ جنوبی امریکہ میں تحریک اسلامی کی فکر آپ کی اور اخوان المسلمون کے رہنماؤں کی تحریروں کی بدولت تیزی سے پھیل رہی ہے، اور اسلامی انقلاب کا تصور ذہنوں میں جڑ پکڑ رہا ہے آج امریکہ میں بے شمار انسان آپ کی ایک جھلک دیکھنے اور آپ کی طرف سے رہنمائی کے چند کلمات سننے کے منتظر ہیں، انہیں کی خواہش پر ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔

س:- محترم مولانا! قرآن کریم، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو داعی الی اللہ قرار دیتا ہے، آپ قرآن اور سیرت پاک کی روشنی میں ایک داعی حق کی کون سی اہم خصوصیات بیان فرمائیں گے؟

ج:- امریکہ اور کنیڈا میں جو اللہ کے بندے تحریک اسلامی کے لئے کام کر رہے ہیں ان سب کو میری طرف سے

سلام سمجھتا ہے۔ اب میں زیادہ دیر تک بات نہیں کر سکتا اس لئے مختصر طور پر آپ کے سوال کا جواب دیتا ہوں۔

قرآن کریم کی ایک آیت ہے جس میں ایک داعی کی اہم خصوصیات کو اس طرح بیان فرمایا گیا ہے:-

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ

"(یعنی اس شخص سے اچھی بات اور کس کی ہوگی جس نے اللہ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیا اور کہا کہ میں مسلمان ہوں) اس ارشاد کی پوری اہمیت سمجھنے کے لئے یہ چیز نگاہ میں رکھنی ضروری ہے کہ یہ بات مکہ معظمہ کے حالات میں کہی گئی ہے۔ یہ وہ دور تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیروؤں پر شدید مظالم ڈھائے جا رہے تھے۔ ایسے عالم میں یہ کہنا اور اس بات کا اعلان کوئی آسان کام نہ تھا کہ میں مسلمان ہوں۔ ایسی بات کہنا گویا اپنے اوپر درندوں کو حملہ آور ہونے کی دعوت دینا تھا۔ ان حالات میں پہلی بات یہ فرمائی گئی کہ بہترین قول اس شخص کا ہے جو اللہ کی طرف بلائے۔ دوسرے الفاظ میں ایک داعی حق کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی دعوت اللہ کی طرف ہو۔ کوئی دنیاوی غرض اس کے سامنے نہ ہو۔ نہ وطنی، نہ قومی، نہ خاندانی اور نہ مادی کوئی دوسرا مقصد اس کے سامنے نہ ہونا چاہئے۔ کوئی شخص خالص اللہ کی طرف دعوت دے رہا ہو تو قرآن مجید کی تعلیم کے مطابق ایسے داعی کی اولین خصوصیت یہ معلوم ہوتی کہ اسے اللہ کی توحید کی طرف دعوت دینی چاہئے۔ اس بات کی دعوت دینی چاہئے کہ خدا کے سوا کسی کی بندگی، کسی کی عبادت اور کسی کی پرستش نہ کی جائے خدا کے سوا کسی کا خوف نہ ہو۔ خدا کے سوا کسی سے کوئی طمع نہ ہو۔ صرف خدا ہی کے احکام اور اس کے فرامین کی اطاعت اس کے پیش نظر ہو۔ اسی کے قانون کی پیروی مطلوب ہو۔ آدمی دنیا میں جو کام بھی کرے یہ سمجھتے ہوئے کرے کہ میں کس کا بندہ ہوں اور کس کے سامنے جا کر مجھے جوابدہی کرنی ہے۔ انسان کی تمام کوششوں اور ساری جد و جہد کا مرکز و محور اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق اپنی اور اجتماعی زندگی کی تعمیر اور اس کے ذریعہ رضائے الٰہی کا حصول ہونا چاہئے۔

دوسری بات یہ ہونی چاہئے کہ داعی حق عَمِلَ صَالِحًا کی خوبی سے آراستہ ہو یعنی نیک عمل کرے اس فرمان پر ذرا بھی غور کیا جائے تو پورا مفہوم واضح ہو جائے گا کہ دعوت دینے والے کا اگر اپنا عمل درست نہ ہو تو پھر اس کی دعوت کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ ایک انسان جس چیز کی طرف دعوت دے اسے اس کا عملی مجسمہ ہونا چاہئے اس کی اپنی زندگی میں خدا کی نافرمانی کا کوئی شائبہ تک نہ پایا جائے۔ اس کے اخلاق ایسے ہونے چاہئیں کہ کوئی شخص اس کے دامن پر کوئی دھبہ تک نہ دکھا سکے اس کے گرد و پیش کا ماحول، اس کا معاشرہ، اس کے دوست، اس کے عزیز و اقارب سب یہ جانتے ہوں کہ ہمارے درمیان یہ ایک نہایت بلند اور پاکیزہ کردار

آ ؤ ٹ ہے ۔

یہ تعلیم جو قرآن پاک کے ساتھ سنت رسول میں ملتی ہے قدم قدم پر ملتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی حیات طیبہ شہادت دیتی ہے کہ جب وہ خدا کی طرف سے دعوت حق دینے کیلئے کھڑے ہوئے تو وہ معاشرہ جس میں آپ چالیس سال سے موجود تھے، آپ کے عظیم الشان کردار کا شاہد تھا، اس معاشرے میں کوئی ایک فرد بھی ایسا نہ تھا جو آپ کی بلندی اخلاق کا قائل نہ ہو اور آپ کے ظاہر و باطن کی زندگی کا معترف نہ ہو جو آپ کے جس قدر قریب تھا وہ اتنا ہی آپ کا زیادہ معتقد تھا، جن افراد سے آپ کی زندگی کا کوئی پہلو چھپ نہیں سکتا تھا انھوں نے سب سے پہلے آپ کی نبوت کا اقرار کیا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پندرہ سال سے آپ کی زوجیت میں تھیں اور وہ کوئی کم سن عورت نہیں تھیں بلکہ عمر میں ان سے بڑی تھیں جس وقت آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا اس وقت ان کی عمر پچپن سال تھی، ایک ایسی پختہ سن رسیدہ اور دانش مند خاتون سے جس نے پندرہ سال سے اپنے شوہر کی زندگی کو قریب سے دیکھا ہو، شوہر کا کوئی عیب اس سے چھپ نہیں سکتا، دنیاوی اغراض کیلئے ایک بیوی اپنے شوہر کے ناجائز کاموں میں بھی شریک ہو سکتی ہے، لیکن اس پر ایمان کسی صورت میں بھی نہیں لا سکتی عقیدۃً بھی وہ یہ ماننے کیلئے کبھی تیار نہیں ہو سکتی کہ یہ شخص خدا کا رسول ہو سکتا ہے یا اسے ہونا چاہئے لیکن

حضرت خدیجہ آپ کی اس حد تک معتقد تھیں کہ جب آپ نے نبوت کی بشارت کا ماجرا بیان فرمایا تو انھوں نے ایک لمحے کا تامل کئے بغیر اسے تسلیم کر لیا ۔

قریب سے دیکھنے والے دوسرے شخص زید بن حارث تھے جو غلام کی حیثیت سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے میں آئے تھے، جب آئے تھے تو پندرہ برس عمر تھی اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا آغاز ہوا تو حضرت زید رضی اللہ عنہ کی عمر تیس سال تھی، اس کا مطلب یہ ہے کہ پورے پندرہ سال انھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں رہ کر ہر طرح سے اور ہر پہلو سے آپ کی زندگی کو دیکھنے اور مشاہدہ کرنے کا موقع ملا اور ان کی شہادت ایک خاص صورت میں واقعہ میں سامنے آتی ہے، واقعہ یہ تھا کہ زید بچپن میں والدین سے بچھڑ گئے تھے اور خدا کی قدرت نے انھیں حضور تک پہنچا دیا، جب ان کے والدین اور ان کے چچا کو معلوم ہوا کہ ہمارا بیٹا فلاں جگہ غلامی کی زندگی بسر کر رہا ہے تو وہ مکہ معظمہ آئے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے کا واقعہ ہے، انھوں نے آکر محمد رسول اللہ سے کہا کہ :-

” آپ کا بڑا احسان ہوگا، اگر آپ ہمارے اس بیٹے کو آزاد فرما دیں “

آپ نے فرمایا کہ :-

” میں لڑکے کو بلا لیتا ہوں وہ آپ کے ساتھ جانا چاہے تو میں آپ کے ساتھ روانہ کر دوں گا اور اگر

وہ میرے ساتھ رہنا چاہے تو میں ایسا آدمی نہیں ہوں کہ جو میرے ساتھ رہنا چاہے تو اسے زبردستی اپنے سے علیحدہ کر دوں۔"

آپؐ کی اس بات کے جواب میں انھوں نے کہا کہ آپؐ نے بہت انصاف کی بات کہی ہے۔ آپ زید کو طلب فرمائیے۔ جب حضرت زید ان کے سامنے آئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :-

"ان لوگوں کو پہچانتے ہو؟"

حضرت زید نے کہا: جی ہاں! یہ میرے والد اور چچا ہیں۔"

آپؐ نے فرمایا کہ :-

"یہ تمھیں گھر واپس لے جانے کیلئے آئے ہیں اگر تم جانا چاہو تو بڑی خوشی کے ساتھ جا سکتے ہو۔"

ان کے والد اور چچا نے بھی یہی کہا کہ "ہم تمھیں لے جانا چاہتے ہیں۔"

حضرت زید بن حارث نے کہا کہ :-

"میں نے ان میں (حضور کی طرف اشارہ) ایسی خوبیاں دیکھی ہیں کہ جن کے بعد انھیں چھوڑ کر میں اپنے باپ اور چچا اور رشتہ داروں کے پاس جانا نہیں چاہتا۔"

یہ تھی آپ کے اخلاق کے بارے میں آپ کے خادم کی گواہی۔ ایک خادم احسان مند تو ہو سکتا ہے لیکن اتنا متاثر اور گرویدہ نہیں ہو سکتا کہ اپنے مخدوم پر ماں باپ ان سے آئے۔ ایمان لانے کیلئے ضروری ہے کہ اس میں کردار کی ایسی بلندی اور اخلاق کی ایسی پاکیزگی دیکھی ہو کہ جس کے بعد اسے یہ ماننے میں ذرا تامل نہ ہو کہ میرا مخدوم نبی ہے۔ یہ بات بھی پیش نظر رکھئے کہ حضرت زید بن حارثؓ کسی معمولی قابلیت کے آدمی نہیں تھے۔ مدینہ طیبہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت قائم ہوئی تو انھیں بکثرت فوجی مہمات میں لشکر مجاہدین کا سالار بنایا گیا۔ یہ گواہی ایسے قابلیت کے انسان کی گواہی تھی۔

پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے جنھیں نبوت سے پہلے بیس سال تک ایک گہرے دوست کی حیثیت سے رسول اللہؐ کو دیکھنے کا موقع ملا۔ ان کی نشست و برخاست آپ کے ساتھ تھی اور مکہ معظمہ میں سب سے زیادہ جن دو آدمیوں کی دوستی تھی ان میں سے ایک حضرت محمدؐ تھے اور دوسرے حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ ایک دوست اپنے دوست کو پسند کر سکتا ہے، اس سے اپنے دل کی بات کہہ سکتا ہے، لیکن کبھی اتنا معتقد تو نہیں ہو سکتا کہ اس کو نبی مان لے۔ حضرت صدیق کا بلا تامل آپ کو نبی مان لینا ظاہر کرتا ہے کہ بیس سال کی ایک طویل مدت کے دوران میں انھوں نے اخلاق کی پاکیزگی اور کردار کی بلندی کا مجسم نمونہ پایا۔ جب ہی تو انھوں نے یہ تسلیم کیا اور اس بات کا اعلان کیا کہ اتنے بلند کردار کا آدمی یقیناً نبی ہو سکتا ہے اور اس کو نبی ہونا چاہئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نام میں نے اس لئے پیچھے نہیں لیا کہ اس وقت وہ دس سال کے تھے۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر ہی میں پرورش پائی تھی

لیکن دس سال کا بچہ بھی جس گھر میں پیدا ہو، جس کے پاس رہتا ہو اس کے ہر پہلو سے واقف ہوتا ہے۔ خصوصاً اتنا ذہین انسان جیسا کہ حضرت علیؓ اپنی خصوصیات کی بنا پر آگے چل کر ثابت ہوئے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بچپن میں بھی یقیناً اتنی فراست رکھتے تھے کہ جس کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایک ذہین بچے کا اس بات کو مان لینا اس کے بغیر ممکن نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ آپ کی شفقت، آپ کے انتہائی پاکیزہ اور بلند اخلاق و کردار سے واقف تھا۔

اس لئے عقیل سے کھانے کے سلسلے میں ان اعلیٰ مثالوں سے معلوم ہوا کہ انسان جس چیز کو پیش کر رہا ہو، اس کی زندگی ٹھیک ٹھیک اس دعوت کے مطابق بسر ہو رہی ہو، وہ اتنے پاکیزہ اخلاق اور بلند کردار کا مالک ہو کہ جب وہ اللہ کے راستے کی طرف بلانے کے لئے اٹھے تو اس کی بات میں وزن ہو اور اس کے قول میں اثر، اس کا عمل شہادت دے اور لوگ تسلیم کریں کہ یہ واقعی اپنے قول میں سچا ہے۔ قطع نظر اس سے کہ لوگ اس چیز کو مانیں یا نہ مانیں۔ لیکن یہ قول ان کو ماننا پڑے گا کہ یہ آدمی اپنے قول میں سچا ہے جو کچھ کہہ رہا ہے وہ اس بنا پر کہہ رہا ہے کہ وہ اس نظریے اس اصول اور اس دعوت کا قائل ہے۔ چنانچہ رسول اللہ کے بدترین دشمن ابوجہل نے ایک مرتبہ خود کہا کہ "اے محمدؐ! ہم تم کو جھوٹا نہیں کہتے، بلکہ اس پیغام کو جو تم لائے ہو جھوٹا کہتے ہیں"۔ یعنی آپ کا بدترین دشمن بھی آپ کی صداقت کا قائل تھا۔ پس ایک داعی کی دوسری بڑی خصوصیت اس کے قول و عمل کی یہ صداقت کہ یہ بلندیٔ کردار ہے اور یہ پاکیزگیٔ اخلاق ہے۔

تیسری خصوصیت یہ بیان فرمائی گئی وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ (یعنی وہ کہتا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں)، اسے سمجھنے کے لئے مکہ معظمہ کا وہ ماحول پیش نظر رہنا چاہئے جسے میں شروع میں بیان کر چکا ہوں۔ یہ وہ دور تھا جب کسی فرد کا کھڑے ہو کر یہ اعلان کرنا کہ میں مسلمان ہوں کوئی معمولی بات نہیں تھی بلکہ درندوں کو اپنے اوپر حملہ آور ہونے کی دعوت دینا تھا۔ تو داعیٔ حق کی یہ خصوصیت سامنے آتی ہے کہ وہ نہ صرف دعوت دینے والا ہو نہ صرف پاکیزہ ہو، بلکہ وہ بدترین دشمنوں اور انتہائی ناسازگار حالات میں بھی اپنے مسلمان ہونے سے انکار نہ کرے۔ اپنے مسلمان ہونے کو چھپائے نہیں اپنے مسلمان ہونے کا اعلان و اقرار کرنے میں وہ نہ شرمائے، نہ جھجکے اور نہ ڈرے، بلکہ کھلم کھلا یہ کہے کہ ہاں میں مسلمان ہوں جو کچھ جس کا جی چاہے کر لے۔

دوسرے الفاظ میں داعیٔ حق کی تیسری بڑی اور اہم خصوصیت یہ ہونی چاہئے کہ وہ نہایت جری آدمی ہو، نہایت بہادر آدمی ہو۔ کسی بزدل آدمی کا کام نہیں ہے کہ وہ خدا کے راستے کی طرف دعوت دے جو ذرا سی چوٹ لگنے پر بلبلے کی طرح بیٹھ جانے والا ہو ایسا انسان کبھی خدا کے راستے کی طرف نہیں بلا سکتا۔

خدا کے راستے کی طرف دعوت جو شخص دے سکتا ہے وہ وہ ہے جو سخت سے سخت دشمنی کے ماحول میں، مخالفت کے ماحول میں، خطرات کے ماحول میں اسلام کا علم لے کر اٹھ کھڑا ہو اور اس بات کی پرواہ نہ کرے کہ اس کے نتائج کیا ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی ذات، اپنی شہادت کا ایک مکمل اور کامل نمونہ ہے۔ مکہ معظمہ میں کھلم کھلا آپ نے دعوتِ اسلام پیش کی، شہادتِ حق کا فریضہ انجام دیا اور ان لوگوں کے درمیان یہ کام جاری رکھا جو آپ کے خون کے پیاسے ہو گئے تھے اور جنہوں نے آپ کو اور آپ کے صحابہ کو ظلم و تشدد کا نشانہ بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔ آپ مسلسل تیرہ سال تک اس ماحول کی تمام سختیوں، تکلیفوں اور مصیبتوں کے درمیان اپنی دعوت پیش کرتے چلے گئے، پھر مدینہ طیبہ پہنچنے کے بعد جو حالات پیش آئے، جن خطرناک اور بڑی بڑی لڑائیوں سے سابقہ پیش آیا، ان میں بھی آپ کا قدم کبھی پیچھے نہیں ہٹا، غزوۂ حنین کے موقع پر جب کہ مسلمانوں کو تقریباً شکست ہو چکی تھی، رسول اللہ نہ صرف اپنے مقام پر ڈٹے رہے بلکہ میدانِ جنگ میں برابر آگے دشمن کی صفوں کی طرف بڑھتے چلے گئے اور اس بات کو چھپایا بھی نہیں کہ میں کون ہوں، آپ فرما رہے تھے ؎

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ   أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

(میں نبی ہوں جھوٹا نہیں ہوں، میں ابن عبد المطلب ہوں")

یہ اعلان آپ اس جنگ میں ایسی حالت کے درمیان کر رہے تھے جب آپ دشمنوں کے نرغے میں تھے اور ساتھ صرف دو تین ساتھی رہ گئے تھے، اس وقت بھی یہ کہا کہ ہاں! میں نبی ہوں۔ اس سے ظاہر ہوا کہ ایک داعیِ حق کو اتنا شجاع اور اتنا بہادر ہونا چاہئے جو اللہ کی راہ کی دعوت دینے کیلئے کھڑا ہو، اگر داعی میں ہمت شجاعت استقامت اور بہادری کا جوہر نہ ہو تو وہ اس راہ میں کھڑا ہو نہیں سکتا اور اگر کھڑا ہو بھی جائے تو اپنی بزدلی کی وجہ سے الٹا اس مشن کو نقصان پہونچانے کا سبب بن جاتا ہے۔

یہ وہ چند باتیں تھیں جو میں نے آپ کے سامنے بیان کی ہیں، اگر اس پر غور کیا جائے تو یہ بجائے خود دعوت الی اللہ کا مکمل پروگرام ہے، جس کے مطابق ہر جگہ، ہر ماحول میں کام کیا جا سکتا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

(بشکریہ ترجمان القرآن)

(جون ۱۹۹۰ء)

امیر جماعت اسلامی ہند کا پیغام

الحمد للہ کہ جامعہ روز بروز ترقی کر رہا ہے، خاص کر آج لڑکیوں کی تعلیم و تربیت پر دھیان دینے کی ضرورت ہے، اس لئے کہ خواتین ہماری آبادی کا نصف حصہ ہیں اگر جامعہ نے اس سمت میں کوشش کی تو امید ہے کہ امت کا خاصا تعاون ان جامعہ کو حاصل ہو سکے گا، اللہ تعالیٰ جملہ عاملین کی کوششوں کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے (آمین)

محمد یوسف (امیر جماعت اسلامی ہند) ۱۵/۷/۹۹ء

عبیداللہ فہد ریسرچ اسکالر جامعۃ الفلاح بلریاگنج

ہمہ گیر سازش مکمل انقلاب

عصر جدید کے مفکرین نے موجودہ نسل کو یہ بات خوب ذہن نشین کرادی ہے کہ اگر وہ مذہب، اخلاق و روایات اور سماجی بندھنوں سے اپنا دامن چھڑا لے اور جنسی و صنعتی میدان کی تمام رکاوٹوں کو اپنے راستے سے ہٹا دے تو وہ برابر ارتقا حاصل کرتی رہے گی اور منزل مقصود کے حصول یعنی ایک مثالی معاشرہ کے قیام میں اپنا بھرپور کردار ادا کرے گی، چنانچہ عصر جدید کے علماء و مفکرین نے ہمہ گیر سازش کی اور الحاد و بے دینی کی اشاعت کے لئے لائبریریوں کی لائبریریاں کتابوں سے بھر دیں۔ جس نے نفسیات پر گفتگو کی اس نے کہا کہ مذہب انقباض (Suppression) اور بدترین جرم کی پیداوار ہے، یہ نفسیاتی الجھن کو مضمحل کر دیتا اور اس کی ترقی کے راستے مسدود کر دیتا ہے، لہٰذا اس اضمحلال کو ختم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ فرد کے نفسیاتی وجود کی راہ میں مزاحم نہ ہو۔

جس نے اقتصادیات پر قلم اٹھایا اس نے لکھا صنعتی معاشیات ایک آزاد معاشرے کی ضرورتی بندشوں سے آزاد ہو، انہیں بندشوں میں سے ایک بندش مال کے غیر اخلاقی کی انجام دہی ہے، صنعتی معاشرے کا تقاضا ہے کہ عورت میدان عمل میں آ کود ے۔

اجتماعیات پر کلام کرنے کی کوشش کی تو مذہب کو غیر فطری اور بدویانہ زندگی کی پیداوار ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا، صاف صاف کہا کہ مذہب کی بنیاد جہالت و بیوقوفی، پسماندگی و خرافات اور دیو مالائی کہانیوں پر ہے اور اب بیسویں صدی کی تہذیبی ترقی کے سامنے اس مذہب کی کوئی ضرورت نہیں۔

جنھوں نے خالص سائنسی علوم پر گفتگو کی انھوں نے بھی مذہب کا پیچھا نہ چھوڑا، واضح لفظوں میں کہا کہ جس طرح ایٹم کے ٹوٹنے سے مادہ کے بارے میں انسان کے پچھلے تمام تصورات ختم ہو گئے، اسی طرح پچھلی صدی میں علم کی جو ترقی ہوئی ہے وہ بھی ایک قسم کا علمی دھماکہ ہے جس کے بعد خدا اور مذہب کے متعلق تمام پرانے خیالات بھک سے اڑ گئے۔ ایک امریکی مفکر کے الف…

میں "سائنس نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ مذہب تاریخ کا سب سے زیادہ دردناک اور سب سے بدترین ڈھونگ تھا"

جولیان ہکسلے لکھتا ہے :-

"نیوٹن نے دکھا دیا ہے کہ کوئی خدا نہیں ہے جو سیاروں کی گردش پر حکومت کرتا ہو، لاپلاس نے اپنے مشہور نظریے سے اس بات کی تصدیق کر دی ہے کہ فلکی نظام کو خدائی مفروضہ کی کوئی ضرورت نہیں، ڈارون اور پاسچر نے یہی کام حیاتیات کے میدان میں کیا ہے اور موجودہ صدی میں علم النفس کی ترقی اور تاریخی معلومات کے اضافے نے خدا کو اس مفروضہ مقام سے ہٹا دیا ہے کہ وہ انسانی زندگی اور تاریخ کو کنٹرول کرنے والا ہے"[۱]

جس نے آرٹ اور فن کی چھان بین کی اور اسے مرتب و مدون کیا، اس نے شرم و حیا، اخلاق و کردار، عفت و عصمت اور پردہ و ستر پوشی کا مذاق اڑایا اور بے قیدیت اور رنگا رنگ جال سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی تعلیم دی اور زن و شو کو برہنہ کر کے جنسی دلچسپیوں کی تکمیل کے لئے آزاد چھوڑ دیا۔

جن لوگوں نے تاریخ کا مطالعہ کیا، انھوں نے بتایا کہ مذہبی تصورات پیدا ہونے کی وجہ وہ مخصوص معاشی اور تاریخی حالات ہیں جو زمانۂ ماضی میں انسان کو گھیرے ہوئے تھے، سماجی دریافتوں سے پہلے سیلاب طوفان اور بیماری وغیرہ سے بچنے کیلئے انسانوں نے مذہب کا سہارا لیا تھا جس کی اب کوئی ضرورت نہیں جس طرح دوسرے اسباب مذہب کو پیدا کرنے میں اثر انداز ہوئے ہیں اسی طرح اس میں سیاسی اور تمدنی حالات کا بھی دخل رہا ہے ؛ دیوتاؤں کے نام اور ان کی صفات خود بخود وقت کے نظام سلطنت کی صورت میں ڈھل گئے، خدا کو بادشاہ ماننے کا عقیدہ محض انسانوں کی بادشاہت کی بدلی ہوئی شکل ہے اور آسمانی بادشاہت صرف زمینی بادشاہت کا ایک چربہ ہے ...... نیز چونکہ بادشاہ سب سے بڑا جج ہوتا تھا اسی طرح خدا کو بھی عدالت کی کارروائیاں سپرد کر دی گئیں اور یہ عقیدہ بن گیا کہ وہ انسان کی نیکی یا بدی کے بارے میں آخری فیصلہ کرے گا، اس قسم کا عدالتی تصور جو خدا کو محاسب و مجازی مانتا ہے اس نے صرف یہودیت میں بلکہ عیسائیت اور اسلام کے مذہبی نقطۂ نظر میں بھی مرکزی مقام حاصل کر لیا ہے[۱]

جولیان ہکسلے اپنی کتاب Man in the modern world میں لکھتا ہے :-

---

[۱] علم جدید کا چیلنج — Religion without Revelation کے حوالہ سے

[۱] علم جدید کا چیلنج بحوالہ Encyclopaedia of Social Science

۔ مذہب نتیجہ ہے انسان اور اس کے
ماحول کے درمیان ایک خاص طرح کے
تعامل کا۔ اب چونکہ وہ مخصوص ماحول ختم
ہو گیا ہے یا کم از کم ختم ہو رہا ہے جو اس
تعامل کو وجود میں لانے کا ذمہ دار تھا
اس لیے اب مذہب کو زندہ رکھنے کی بھی
کوئی وجہ باقی نہیں رہتی۔

جن لوگوں نے ارتقا کو موضوع بحث بنایا انہوں
نے انسان کو حیوان سے مماثل قرار دینے میں خون پسینہ
ایک کر دیا، اس نظریے میں اصل رشتے کا مادہ ہے، نفس
روح اور عقل و شعور وغیرہ مادہ ہی کی ایک صورت
اور اسی کی نشو و ارتقا کا نتیجہ ہیں۔ ان فلسفیوں نے
انسان کی میکانکی توجیہ اس طور سے کی کہ مادیت کو اس
کی رگ و ریشے میں سرایت کر دیا اور روحانیت کے
داخل ہونے کا کوئی دروازہ ہی کھلا نہ چھوڑا، انہوں
نے عقیدت و شرافت اور نیکی و بدی کے پیمانے ہی بدل
دیے اور انسانی اقدار کو پامال کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی

غرضیکہ علم و فن کے ان محققین نے ایک دنیا کی دنیا
بدل ڈالی، منطق، فلسفہ، اخلاقیات، نفسیات اور
تمام علوم نقلیہ میں انقلاب برپا کر دیا، انتہائی بیباکی
و جرات کے ساتھ قدیم موروثی افکار و نظریات پر تنقید
و تنقیص کر کے ایک نئی دنیا بسائی، اسی کا نتیجہ ہے کہ
آزادی و اباحیت اور وسیع المشربی کا بول بالا ہے۔
جنسی خواہشات کی تکمیل پر کوئی پابندی نہیں، جنسی
اختلاط روا بلکہ تہذیب و ثقافت کی علامت ہے۔
حسن و جمال کے نخچیر، ننگی ٹانگیں، عریاں سینے اور پنڈلیاں
گرم گرم سانسیں، حرارت سے بھرپور لچکتی ہوئی باہیں،
لپکتے ہوئے صنفی شعلے، چمکتے ہوئے جسم، پھڑکتے ہوئے
شہوات ـــــ کیا ایسے ہیجان انگیز لمحات میں کسی دل
میں ایمان محفوظ رکھنا آسان ہے؟

کیا اس فتنہ پرور ماحول میں نوجوان خدا کو یاد رکھ کے
ان ہیجانات سے محفوظ رہ سکتا ہے؟ حسن و جمال کی یہ
بجلیاں کیا اس کے خرمن دل کو جلا نہ دیں گی؟ عشق و
محبت کے یہ مظاہر کیا اس کے متاع ایمان کو لوٹ
نہ لیں گے؟ عفت و عصمت کے یہ راہزن کیا اس کی
شرافت و نجابت پر ڈاکہ نہ ڈالیں گے؟

یورپ کے ماحول نے مطالبہ کیا کہ آزادانہ جنسی اختلاط و قربت
کی اشد ضرورت ہے، یونیورسٹیوں میں یونیورسٹی اسٹیٹ
کے طور پر اختلاط ہونا چاہیے، طالبات یونیورسٹی کے
ہوسٹلوں، پارکوں اور کلب گھروں میں طلبہ سے ملتی
رہیں اور انہیں آزادانہ خلوت کا موقع ملتا رہے۔

خواتین کو بینک، آفس، صنعت و حرفت کے دفتروں،
دکانوں اور کارخانوں کی زینت بننے کا موقع دیا جائے
تاکہ اختلاط سے اجنبیت ہی ختم ہو جائے اور مرد و زن دونوں
مل کر تمدن کی گاڑی کو آگے بڑھا سکیں۔

عورت کی خودی کو مسلسل کچلنے کی کوشش کی گئی،
اے عورت! تو بڑی دلکش و دلفریب اور حسین
ہے، تو شمع محفل بنائی گئی ہے، تو اپنے حسن کے جادو کیوں

نہیں بجگاتی؟ تو اس چمن کی بلبل ہے، فضا میں نغمے کیوں نہیں بکھیرتی؟ تو ساز ہے تیری موسیقیت اور رعنائیوں سے یہ کائنات مست کیوں نہیں ہو جاتی تو حسن و جمال کی ملکہ ہے، مردوں کو اپنے اوپر فریفتہ کیوں نہیں کرتی؟ تو کب تک قدامت و رجعیت کا شکار رہے گی؟ تیرے حسن جہاں تاب کا ابھار تابکے؟

ادب دشمن نے آواز لگائی؟

اے ادیبان انجمن کائنات! ماہرین فن نفسیات و جمالیات! سامان زینت و آرائش کے کارخانو! حسن و جمال کے مراکز! سینما، تھیٹر اور کلب گھر کے مالکو! دیکھو جنس لطیف کی آگ کے شعلے سرد نہ ہو جائیں، "ہل من مزید" کا تقاضا کرتے رہو کہ جمال اور نکھر جائے، شہوانی جذبات کو انگیخت کرتے رہو کہ پہلے شباب کو پہنچ جائیں، سلیم الفطرت لوگوں کو بھی مجنوں کر دینے والے اسکرٹ، عریاں سینے، برہنہ پنڈلیاں، چال میں لچک اور ترنم ریز سریلی آواز، گندے افسانے، جنسی و رومانی ناول، رقص و سرود کی محفلیں اور عورت کو ننگا کر دینے والی فلمیں اور آرٹ۔

اے مرکز حسن! دیکھ کہیں مذہب تیری راہ میں رکاوٹ نہ بن جائے، روایات تجھے اپنی بندشوں میں نہ جکڑ لیں! سماج تیرا استحصال کرنے میں کامیاب نہ ہو جائے۔

اے نوجوان! عشق و محبت کے دلدادہ! حسن و جمال کے شیدائی، کیا تو دنیا کی رنگینیوں سے کنارہ کش ہو جائے گا؟ جبکہ یہ کائنات تیرے لئے ہی سجائی گئی ہے، کیا تو قدامت و رجعیت کی بھینٹ چڑھ جائے گا، جبکہ ہر طرف جدت کا دور دورہ ہے، پاگل ہے تو، آگے بڑھ اور بوس و کنار کا مزہ لے، دنیا کی رنگینیوں سے فائدہ اٹھا، اپنی ذات کا اثبات کر! حسن و جمال تجھے مرحبا کہنے کیلئے تیار ہے۔

صفحہ ۴ سے آگے :-

— اور ان گنت لوگوں کو جیلوں میں ٹھونس دیا، ظلم و بربریت کی یہ دردناک مثال کہیں اور مل سکتی ہے؟

ہویدا اور بھٹو جیسے وطن غدار اور باغی دین مجرموں کی فہرست بڑی لمبی ہے، آج عالم اسلام میں کتنے ہی عباس اور بھٹو موجود ہیں جو مغرب و مشرق مفادات کے لئے زینہ کا کام دے رہے ہیں، اس لئے ان کی سزائے موت پر ان ملکوں کا صف ماتم بچھانا تو سمجھ میں آ سکتا ہے، لیکن ان مسلم عوام کو کیا ہو گیا ہے جو اپنی سادہ لوحی اور ریڈیوں کی پھیلائی ہوئی بدگمانی کی وجہ سے ان کی سزائے موت پر ماتم کناں ہیں۔

کیا دین و وطن کے ان غداروں پر رحم کھانا توہین انسانیت اور ملکی مفاد سے غداری نہیں ہے؟

— فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَارِ۔

(عبدالحلیم خلاطی نے پندرہ روزہ "الدعوۃ" سے عربی سے اردو میں منتقل کیا)

عباس ہویدا اور بھٹو کی پھانسی پر مگرمچھ کے آنسو!

اسی ہزار کی تعداد میں چھپنے والے اخوانیوں کے آرگن "الدعوۃ" کا تجزیہ۔

صدر الجمہوریہ ایران۔ فرانس باہمی تعلقات نے پیرس میں سابق وزیر اعظم ایران امیر عباس ہویدا کی پھانسی پر احتجاج کیا ہے، برطانوی ذمہ داروں نے بھی ہویدا اور بھٹو کی پھانسی پر اپنے غم و غصے کا اظہار کیا ہے، اسی طرح ڈاکٹر اوون ڈکسن وزیر خارجہ برطانیہ اپنی خوشی کو چھپا نہ سکے اور فیلڈ مارشل عیدی امین کے زوال پر بے اختیار اظہار خوشی کرنے لگے، نام نہاد جمہوریت اور حقوق انسانی کا علمبردار امریکہ مصلحتاً بھی اس بات کو چھپانا ضروری نہیں سمجھتا کہ اس نے امین کا تختہ الٹوانے کے لئے تنزانیہ کے آمر مطلق جولیس نیریرے کی امداد کی تھی واشنگٹن کے تمام ہی حکومتی عہدیداروں نے عباس

ہویدا اور بھٹو کی سزائے موت پر عدل و قانون اور انصاف و مظلومیت کی دہائی مچائی ہے۔

مغربی صحافت کی یہ عیارانہ پالیسی تو سمجھ میں آتی ہے کہ ایران اور پاکستان میں اسلامی انقلاب کے لئے یہ دونوں سابق وزرائے اعظم سد راہ بنے ہوئے تھے اور مغربی تہذیب و تمدن کے لئے زینے کا کام دے رہے تھے لیکن روس ان بدنہادوں کی سزائے موت پر کیوں بوکھلایا ہوا ہے اور سامراج کے ان ٹھیکیداروں کی پھانسی پر پیچ و تاب کھا رہا ہے؟

مینڈکی کو زکام کی شکایت!

اس ہنگامہ خیز
خوفناک اور ہیجان [illegible]

کی دو ہی وجہیں سمجھ میں آتی ہیں، ایک تو یہ ہے کہ احتجاج کرنے والے یہ بھیڑیے اپنی شفقت و رحمت اور الفت و محبت کا ڈھنڈورا پیٹنا چاہتے ہیں، دنیا کے سامنے عدل و انصاف اور نام نہاد قانون کی پیروی کا مظاہرہ کرنا چاہتے ہیں اور یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہم کسی بھی انسان کو پھانسی کے پھندے میں لٹکتا ہوا دیکھنا نہیں چاہتے، ہم انسانی جان کا احترام کرتے ہیں، ہماری آنکھیں انسانیت کے قتل و خون کا تماشہ نہیں دیکھ سکتیں، قانون اور آزادی کے پیغمبری کو سزا دینا توہین عدل ہے۔ دوسری یہ کہ مغربی بلیک مارکیٹ کو اپنی بازار کے مندا پڑ جانے کا اندیشہ ہے، یوم حساب جوں جوں قریب آتا جا رہا ہے، انھیں اپنی فکر بڑھتی جا رہی ہے پاکستان کے انقلابات ان کی بے چینیوں کے اصل اسباب ہیں، وہ اپنا روز حساب قریب دیکھ رہے ہیں۔

ان ظالموں کے ظلم کی تاریخ تو دیکھو!

لیکن انگریز کے یہ آنسو سفید و سرخ انقلابات کی تاریخ جاننے والوں کو متاثر نہیں کر سکتے، ان آنسوؤں کا رحمت و شفقت اور انسانیت و ہمدردی سے ادنیٰ تعلق بھی نہیں ہے، یہ بھٹو اور ہویدا کی خدمات اور کارناموں سے متاثر نہیں بلکہ اپنے اغراض و مفادات سے مجبور ہو کر رو رہے ہیں۔ یہ عالم اسلام کے ہر بھٹو اور ہر ہویدا کی تائید و تصدیق اور اس کی سزا پر ماتم و گریہ زاری میں مصروف ہوں گے تاکہ ان کی تجارت کی منڈیاں باقی رہیں اور یہ لوٹ کھسوٹ میں مصروف رہیں، اس لئے دنیا کے ہر مسلمان کو ان کی حقیقت سے واقف رہنا چاہئے اور ان آنسوؤں سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے اور جو لوگ مغربی اور روسی بھیڑیوں سے تعاون و امداد کی توقع رکھتے ہیں انھیں بھی کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہونا چاہئے، یہ پاکستان و ایران کے بعد دوسرے ممالک کو بھی اپنا لقمہ بنائیں گے ان کے منہ میں عالم اسلام کا خون لگ چکا ہے جو انھیں مزید خون پینے پر مجبور کرتا رہے گا۔

سرخ و سفید استعمار کی تاریخ مظالم اور پر تشدد حادثات سے پر ہے، ان کا دامن خون مسلم سے سرخ ہو چکا ہے، یہ مسلمانوں کو کسی طرح کی آزادی بھی دینے کے روادار نہیں، ان کی جان و مال، عزت و آبرو اور ساکھ کو غیر مسلموں کے لئے مباح اور جائز سمجھتے ہیں۔

انگریز ——— حریت و قانون پر خون کے آنسو بہانے والے ——— کیا آج بھول گئے کہ انھوں نے کتنے ہی مصری باشندوں کو بغیر مقدمہ چلائے ماضی قریب میں پھانسی پر لٹکا دیا تھا؟ کیا انھوں نے عدن میں قومی محاذ کے آگے جھک کر حکومت کو ان کے حوالے نہیں کر دیا اور اسلحہ جات سے ان کی مدد نہیں کی تھی تاکہ وہ کمیونسٹ ہیبتوں کو کھول کر رکھ دیں؟ ان کے عقائد اور عبادات کے مراکز انہی کے ہاتھوں تباہ و برباد نہیں کئے گئے جنھوں نے لندن سے معاہدہ کیا تھا اور جو انگریزوں کی زیر سرپرستی

پیرداں چڑھے تھے، انھوں نے عالم اسلام کے مختلف
حصوں میں قتل و خونریزی، تخریب کاری اور
فساد کے ہلاکت خیز کارنامے انجام دئے اور ان
کی رگ انسانیت و ہمدردی ذرا بھی نہ پھڑکی فلسطین
کے لاکھوں باشندے دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں
لیکن ان کی الفت و محبت اور عدل و انصاف کے
جذبات میں ذرا بھی ابال نہیں آرہا ہے، وہ عربوں
کا استحصال کرکے یہودیوں کی پشتیبانی اور ہم نوائی
کر رہے ہیں۔

فرانس نے اہل مغرب اور شامی باشندوں کے
ساتھ جو سلوک کیا ہے وہ آخر کیسے بھلایا جا سکتا
ہے، اس نے ان مظلوموں پر بندوق کی نالیوں کے
بل پر حکومت کی، حریت پسند مجاہدین کو دمشق
میں بموں کے ذریعہ دبا دیا گیا، یوسف عظمت جیسے
ان گنت مجاہدوں کو ذبح کر دیا گیا اور ان کا جرم صرف
یہ تھا کہ وہ قانون اور عدل کی فرماں روائی چاہتے
تھے، آزادی کی فضا میں سانس لینا چاہتے تھے،
اپنے وطن کی سرزمین پر دفاعی جد و جہد میں مصروف
کار تھے۔ تشاد میں مسلمانوں کے ساتھ جو خاک و
خون کی ہولی کھیلی گئی وہ بھی فراموش نہیں کی جا سکتی
اقتدار کی کرسیوں پر تشدد پسند متعصب عیسائیوں
کو بٹھا کر مسلمانوں کی زندگی تنگ کر دی گئی، انھیں
تباہ و برباد کرنے کے منظم منصوبے بنائے گئے،
یہاں تک کہ صرف آخری مرحلہ میں تشدد سے سرشار
مسلمانوں کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی! کہاں
سو گئے تھے قانون اور انصاف کے نام پر داد ویلا کرنے
والے؟ ...

اور یہ امریکی جو آج ہویدا اور بھٹو کی پھانسی پر
چیخ رہے ہیں، ایسے ایسے بھیانک جرائم میں ملوث
ہیں جو پہاڑوں کو رعشۂ سیماب دینے کیلئے کافی ہیں
کہاں سو گیا تھا ان کا جذبۂ انسانیت؟ جب عدنان
مندریس کا جسم پھانسی کے تختہ پر صرف اس جرم میں
لٹکا دیا گیا تھا کہ اس نے قرآنی تعلیم کے مراکز کو منصوبہ
اور صحیح تر بنانا چاہا تھا؟ اس کے دامن پر انکار خدا
الحاد اور تعلیمات رسول سے انحراف کے الزامات
نہیں تھے، نہ ہی اس نے ترکی کے ہزاروں بیٹوں
کے قتل میں حصہ لیا تھا، اور نہ ہی ہویدا اور بھٹو کی
طرح اس نے اپنے ملک کے دو ٹکڑے کرنے چاہے
تھے۔

امریکی مسلمہ حقائق اور واضح حالات کو بھی نظر
انداز کر دیتے ہیں، ورنہ انھیں یاد ہونا چاہئے کہ
قومی دباؤ کے نتیجہ میں شاہ ایران نے جب ازہری کی
صدارت میں مفسدین کے محاسبہ کا مطالبہ کیا تھا
اور فوجیوں نے بارہ مفسدین کو گرفتار کیا تھا تو ان
میں سر فہرست عباس ہویدا ہی تھے۔

روس کی عیارانہ پالیسی بھی ملاحظہ فرمائیے اگر اس
نے آج عدل و قانون کا سہارا لینا چاہا ہے تو اس وقت
اس کے قوانین کہاں دھرے رہ گئے تھے جب قرم اور ایشیا میں

یہ ملک کے عوام کو اپنی سنگینوں کے بل پر نچاتے تھے اور ایک کروڑ چار لاکھ باشندوں کو بموں کے ذریعہ تہس نہس کر دیا تھا؟ افغانستان ارٹیریا اور صومال میں مظلوم مسلمانوں پر انھوں نے کیا دو چار آنسو بھی بہائے ہیں؟

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے!

شاہ ایران نے اپنے طویل عہد حکومت میں تیس ہزار سے زائد باشندوں کو علی الاعلان موت کے گھاٹ اتار دیا تھا، ساواک کے خفیہ مقتولین کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔ اس کے علاوہ تخریب و تہریب کے جو ہتھیار استعمال کئے گئے زہریلا ماحول پیدا کیا گیا تھا وہ سب [illegible] دن وانصار اور اس کے متبعین کے ہاتھوں ہوا اور فوجی جنرلوں اور بڑے وزراء میں عباس ہویدا سرفہرست نظر آتا ہے، لیکن اس دھاچوکڑی پر مشرق و مغرب کہیں سے بھی کوئی آواز بلند نہ ہوئی بلکہ ہر طرف سے ان پر تعریف و توصیف اور تائید و تصدیق کے ڈونگرے برسائے گئے کیا یہ ایرانی مسلمان نہیں تھے، کیا ان کا خون بہانا اور ان کے اموال کو اپنے تصرف میں لانا جائز تھا؟ اس پر عدل و انصاف کے آوازے کیوں نہیں لگائے گئے اور آج یہ چیخ و پکار کی صدائیں کیوں بلند ہو رہی ہیں؟

جنوری ۱۹۷۹ء میں امریکی نامہ نگار نے لکھا کہ:-

"ایرانی حالات کے ایک بڑے واقف کار جیمس بیل لکھتے ہیں کہ ایران میں حکومت کی کرسیوں پر تشدد پسندوں کا قبضہ ہو گیا ہے اور ہر طرف لوٹ کھسوٹ شروع ہو گئی شاہ نے دو سال سے حریت اور آزادی کا اعلان کر رکھا تھا لیکن ایران کو کبھی آزادی حاصل نہ ہو سکی، بلکہ وہ رفتہ رفتہ ڈکٹیٹر شپ کی گود میں چلا گیا، کارٹر کے الیکشن جیتنے اور انسانی حقوق کی بازیابی کا اعلان کرنے سے ایرانی حریت پسندوں کی کچھ ہمت افزائی ہوئی لیکن ۱۹۷۸ء میں جب کارٹر نے ایران کا دورہ کیا تو انہوں نے انسانی حقوق کا ادنیٰ تذکرہ بھی نہ کیا بلکہ شاہ کی تعریف و توصیف کے پل باندھ دئے اور اس طرح حریت پسندوں کی رہی سہی توقعات بھی ٹوٹ گئیں"۔

نومبر ۱۹۷۸ء میں واشنگٹن حکومت نے اس تخریبی پالیسی کی زبردست تائید کی جسے شاہ نے اپنایا تھا، امریکی وزارت خارجہ کا آوالد ریچر گسی نے بیان دیا تھا کہ امریکی حکومت میں شامل اپوزیشن پارٹی کی مخالفت کے باوجود شاہ کے سامنے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا کہ حکومت سے نظم و نسق کے لئے وہ فوج سے درخواست کرے۔ نومبر ۱۹۷۸ء میں نیوز ویک نے بھی لکھا کہ:-

"ایرانی اضطراب کے واقع ہونے سے پہلے امریکی سفیر برزینسکی نے شاہ کو یہ پیغام بھیجا کہ حکومت کی دوبارہ بحالی کیلئے شاہ جو بھی قرارداد پاس کریگا امریکہ اس کی مکمل تائید کرے گا، جس طرح اس نے قومی ابھار کو دبانے کیلئے لاٹھی چارج اور آنسو گیس کے استعمال میں شاہ کی مدد کی ہے۔"

کیا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عوام عباس ہویدا کے محاسبہ اور اس کی سزائے موت کے خواہاں تھے؟

کیا ایرانی قوم کو دبانا، ان کی آزادی کو چھین لینا اور ان پر ہر طرح کے مظالم روا رکھنا کوئی مستحسن کام تھا جس کی امریکہ نے تائید اور موافقت کی تھی، مغرب و مشرق تھا اور اس کے فوجی جنرلوں کو ہر طرح کی امداد اور تعاون دینے کیلئے تیار تھے، امریکہ روس اور انگریز تو اس کے ہراول دستے میں شامل تھے اس لئے اگر یہ طاقتیں عوام کو دبانا چاہتی تھیں تو ہمیں ان پر حیرت اور تعجب کا اظہار نہیں کرنا چاہئے، انھوں نے نواب صفوی اور ان کے پانچسو متبعین کو موت کے گھاٹ اتروادیا تاکہ کوئی احتجاج اور مطالبہ نہ ابھار سکے اور وہ مسرتوں کے سمندر میں اسی طرح غوطہ زن ہو جائیں جس طرح مصر نے حسن البناء شہید کا چراغ گل کر دینے پر خوشیوں کے شادیانے بجائے تھے اور یورپ کی گلیوں اور سڑکوں پر شراب کے جام لنڈھائے تھے۔ ۔ ۶

الغرض سر بگریباں ہے، اسے کیا کہئے

اسلامی نظام — ساری پریشانیوں کا حل:

اسلام ایک مستقل سیاسی طاقت کی حیثیت سے ابھر رہا ہے، اسلام کی بڑھتی ہوئی عالمگیر طاقت سے ہی آج مشرق و مغرب کو خوفزدہ اور مبہوت کر دیا ہے اور یہ شپرہ چشم آفتاب اسلام کی ضیا باریوں کو روکنے کے لئے ہی نظام اسلام پر جارحانہ حملے کر رہے ہیں اور اسے وحشیانہ اور بدویانہ دور کی پیداوار کہہ رہے ہیں، میں یہ بات علی الاعلان کہہ دینا چاہتا ہوں کہ اسلام میں ہویدا اور نصیری جیسے لوگوں کے لئے بہترین جگہ جیل کی کال کوٹھری یا پھانسی کا پھندا ہے، شاہ پور بختیار جس نے قوم کو منتشر اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، جس نے اپنی لادینیت کا پوری ڈھٹائی سے اعلان کیا اور الحاد و بے دینی کی اشاعت کے لئے اپنی پوری زندگی وقف کر دی، ایسے باغی خدا کے لئے اسلامی نظام میں کوئی گدی نہیں، بلکہ قتل کی گولی ہے، یہ ملت قوم کے غدار اور دین و مذہب کے باغی ہیں، انھوں نے فرانسیسی استعمار اور امریکی سامراجیت کی خدمت کی ہے، پوری ایرانی قوم کا خون چوس کر ان بھیڑیوں کے آگے ڈال دیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آج یہ طاقتیں گھڑیال اور مگرمچھ کے آنسو بہا رہی ہیں، انھیں مرنے والوں پر غم اور افسوس نہیں ہے بلکہ اپنے مصالح و مفادات کے خطرہ میں پڑنے کا اندیشہ ہے۔ عباس ہویدا، نصیری اور بختیار جیسے امریکی سامراجی ایجنٹوں کے کرسی اقتدار کو الٹ دیا گئے

کی وجہ سے یا اپنی تجارت کے مندا پڑ جانے کا خطرہ محسوس کر رہے ہیں۔

خمینی کے پیرس سے طہران منتقل ہونے سے پہلے دسمبر ۱۹۷۸ء میں ڈیلی ٹیلیگراف نے لکھا تھا:۔

باوجود اس کے کہ آیت اللہ خمینی نے بہت سی جزوی و کلی تبدیلیوں کا اعلان کیا ہے لیکن اس کھوسٹ بڈھے کی طرف سے ان تبدیلیوں کی کوئی واضح شکل سامنے نہیں آ رہی ہے ان کی سیاست صرف تخریب کاری تک محدود ہے، انہوں نے جدید ایران کی جن خوبیوں اور خرابیوں کی وضاحت کی ہے اور انقلابی تغیرات پر وہ عنقریب اپنی بساط سیاست بچھائے گا .... لیکن جو چیز اس کی تصدیق سے روکتی ہے وہ یہ کہ اس بوڑھے تخریب پسند مسلمان کو ہر طرح کی تخریب کاری کی کھلی چھٹی ملی ہوئی ہے، حالانکہ مغرب کی اقتصادی اور اسٹراٹیجی طاقت کو اس سے سخت دھچکا لگے گا، آج مغرب کا رسیا امریکہ اس سے کہیں زیادہ مشکل حالات کا مقابلہ کر رہا ہے جس کا سامنا شاہ کو تھا۔

مسٹر بھٹو بھی اسی کارواں کے ایک رفیق

ہویدا نے بہتوں کو قتل کرایا، ان گنت لوگوں کو قتل گھسوٹا اور اس کی یہ کمزور دلیل اس کے کسی کام نہ آئی کہ "میں تو صرف غلام تھا، حکام کی اطاعت میرا شیوہ تھا میں دوسروں کی پکار پر لبیک کہنے پر مجبور تھا اور ان کے سیاسی منصوبے بروئے کار لانا میری اولین ذمہ داری تھی، میں اس سلسلے میں بالکل بے قصور ہوں"، ذلیل مسلم ججوں کی نگاہ میں "عذر گناہ بدتر از گناہ" کے مترادف تھی، کسی کا ماتحت ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اس کی ہر جائز و ناجائز خواہش پوری کی جائے، قوم کو ہلاکت و بربادی کے حوالے کر دیا جائے، داعیان اسلام اور ظلم کے خلاف احتجاج کرنے والوں کو ہر ممکن طریقے سے دبا دیا جائے یہ تو صرف تملق اور بادشاہوں کی کشتی میں سوار ہونا ہے، حکام کی رضا کے لئے قوم کی کشتی ڈبو دینا ہے، چاپلوسی، ریاکاری اور عیاری کے ذریعہ حقیر سے منصب کیلئے عوام کا ناجائز استحصال ہے، چاہے یہ کام ایرانیوں کے ہاتھوں انجام پائے یا پاکستان کے ہاتھوں، یا کسی اور مسلم ملک کے حصہ میں یہ "سعادت" آئے۔

اسی کارواں کے ایک رفیق مسٹر بھٹو بھی تھے انہوں نے عباس ہویدا سے کہیں بڑھ کر سیاہ اور شرمناک گھناؤنے جرائم کا ارتکاب کیا، جنرل یحییٰ خان (جو کہ ہند و پاک جنگ میں پاکستان کے صدر تھے) نے کہا ہے کہ "سابق وزیر اعظم مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے مشرقی پاکستان کو الگ کرنے کے لیے جنرل گل حسن اور فضائیہ کے جنرل عبدالرحیم خان کے ساتھ سازش کی تھی، سقوط ڈھاکہ سے پہلے ۱۹۷۱ء کے چینی دورے کے موقعہ پر ان کے درمیان اس سازش کی تخم ریزی

بھری تھی الغرض اسے جان بوجھ کر حکومت کو غلط تاثرات دیکر غلط فہمی میں مبتلا کئے رکھا ، ہند و پاک کی اس جنگ میں فضائیہ کے مارشل عبد الرحیم خان نے حرب پاک کی کوششوں کو یہ بیان دیکر غیر موثر بنا دیا تھا کہ اب پاکستانی فضائیہ ہندوستان میں اس سے زیادہ آگے بڑھنے پر قادر نہیں ہے ۔

(اپریل ۱۹۷۲ء) اکیونومسٹ لندن نے اپنی ایک رپورٹ میں لکھا ہے کہ :-

۱ ۔ مسٹر بھٹو نے صحافیوں کی ایک کانفرنس میں بیان دیا ہے کہ سیاست کا اخلاق و کردار سے کوئی تعلق نہیں ہے اور مبادیات دین کو سیاست سے نہیں جوڑا جا سکتا ۔

۲ ۔ پاکستانی قومی اسمبلی کا ایک آزاد ممبر مسٹر بھٹو کے پاس یہ شکایت لے کر آیا کہ حکومت کی مقامی مشینری اسے پارلیمنٹ کے ایک ممبر کی حیثیت سے سرگرمیاں انجام دینے سے روک رہی ہے تو مسٹر بھٹو نے جواب دیا کہ میں ہی متصرف اور آمر ہوں دوسروں کی کوئی حیثیت نہیں ہے ، اپوزیشن میں رہ کر کیوں اپنا وقت ضائع کر رہے ہو ، میری پارٹی میں ضم ہو جاؤ وزارت کی کرسی تمہارا انتظار کر رہی ہے ۔

۳ ۔ قصوری کا سیاسی قتل جس نے مسٹر بھٹو کو پھانسی کے پھندے میں لٹکایا ، ہی ایک جرم نہیں ہے بلکہ وہ بہت سے جرائم کے مرتکب ہوتے رہے ، نظیر احمد خواجہ رفیق ، بلوچستانی لیڈر عبد الصمد اچکزئی ، مولوی شمس الدین اور سینکڑوں طلبا اور نوجوان کا خون ان کی گردن پر ہے ۔

بیان کیا جاتا ہے کہ مشرقی پاکستان میں مجیب کی کامیابی کے بعد بھٹو نے مجیب الرحمان سے کہا تم مشرقی پاکستان میں حکومت کرو اور میں یہاں کی گدی سنبھالوں محض اقتدار کے حصول کے لئے اس نے تقسیم کی سازش کی ۔ مسلم ممالک کی ایک کانفرنس منعقدہ لاہور میں شیخ مجیب نے بھٹو سے بعض رہنماؤں کے سامنے صاف کہا کہ :-

" تم ہی وہ شخص ہو جس نے پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا " بھٹو بار بار جواب دے رہا تھا کہ بغیر تخریب کے تعمیر ممکن نہیں ہے ۔ ع

تخریب جنوں کے پردے میں تعمیر کے سامان ہوتے ہیں

مارچ ۱۹۷۷ء کے قومی لہر میں جس کو دبانے کیلئے بھٹو نے ہر ممکن ہتھیار اور ذریعہ استعمال کیا ، سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ۲۶۴ قتل کی وارداتیں ہوئیں ایک لاکھ افراد گرفتار ہوئے ۔

بھٹو اور اس کے اعوان و انصار نے اپنے سیاسی مخالفین خاص طور سے دینی جماعتوں کے خلاف تعذیب و ایذا دہی کے ریکارڈ توڑ طریقے استعمال کئے ، مسلم نوجوانوں کی زبانیں اور جسم کے نازک حصوں کو بجلی کے جھٹکے دئے گئے تاکہ وہ موت کا لقمہ بن جائیں یا یہ بیان دے دیں کہ بانی تحریک اسلامی مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی اور امیر جماعت اسلامی میاں طفیل محمد نے انھیں بم بنانے اور تخریب کاری میں حصہ لینے کا مشورہ دیا تھا ۔ مارچ ۱۹۷۷ء کے آخر میں بھٹو کے مظالم کے خلاف ظہر کی نماز کے بعد نمازیوں نے جلوس کی شکل میں احتجاج کیا جس پر بھٹو کی فیڈرل فورس نے ان پر گولیاں برسائیں ، بہتوں کو قتل کیا

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

صنم کدوں کے درمیان لا الٰہ کی اذان

سری لنکا میں تحریک اسلامی کے بڑھتے ہوئے قدم

سیلون — جسے اب سری لنکا کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ایک خوبصورت اور استوائی سرزمین ہے، جو قدیم میں لے سراندیپ کہا جاتا تھا۔ پہلے ہندوستان کا ایک حصہ تھا لیکن انگریزوں نے قبضہ کے بعد اسے ہندوستان سے جدا کر دیا۔ ۱۹۴۸ء میں جب برصغیر سے انگریزوں نے اپنا تسلط اٹھا لیا تو انھوں نے سری لنکا کو بھی آزادی دے دی۔

یہ ایک چھوٹا سا نہایت حسین سرسبز و شاداب جزیرہ ہے جو نقشہ میں برصغیر کے نیچے یوں دکھائی دیتا ہے جیسے کان میں بندا لٹک رہا ہو۔ اس کی موجودہ آبادی ڈیڑھ کروڑ کے قریب ہے۔ اکثریت سنہالی قوم کی ہے، سب کا مذہب بدھ مت ہے۔ سنہالی قوم کے پہلو بہ پہلو تامل قوم بھی بستی ہے جن کی سنہالیوں سے زبان اور ثقافت کے مسئلہ پر اکثر آویزش رہتی ہے۔

سری لنکا اگرچہ انگریزی دور حکومت میں قانونی طور سے ہندوستان سے الگ تھا پھر بھی دونوں ممالک کے درمیان آنے جانے کی آزادی تھی، یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں اٹھنے والی ہر تحریک سے سری لنکا کی تاریخ متاثر ہوئی۔ متحدہ ہندوستان میں تحریک اسلامی ابھری تو اس کے اثرات سری لنکا بھی پہنچ گئے۔ جنوبی ہند کا سری لنکا سے ہمیشہ قریبی تعلق رہا ہے، جب تحریک اسلامی جنوبی ہند میں پہونچی تو یہاں سے سری لنکا پہونچنا اس کیلئے مشکل نہ تھا، لیکن اس سلسلہ میں زیادہ پیش رفت تقسیم ملک کے بعد ہوئی۔ مغربی ہند کے ایک رکن جماعت محی الدین عبدالقادر اپنے کاروباری سلسلے میں سری لنکا پہونچے، انھوں نے نہ صرف تحریک اسلامی کا لٹریچر متعارف کرایا بلکہ درس قرآن کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔ یہ پودا جو ۱۹۴۸ء میں بظاہر ایک چھوٹی سی گھاس کی پتی معلوم ہوتا تھا ایک دن بڑھ کر قد آور پودا بن گیا جس کی شاخیں سیلون کی فضاؤں میں لہرانے لگیں۔

محی الدین عبدالقادر صاحب کا حلقۂ درس قرآن بتدریج اس حد تک تیار ہو گیا کہ ۱۹۵۴ء میں جماعت اسلامی سری لنکا کی باقاعدہ بنیاد رکھ دی گئی۔ جماعت اسلامی سری لنکا کا آغاز ایں چند افراد کی یکجہتی سے ہوئی۔ آج سری لنکا میں جماعت کے ۲۷ ارکان اور دو ہزار سے زائد ہمدرد ہیں سری لنکا کے حالات و کوائف کے لحاظ سے تحریک اسلامی کی یہ رفتار حوصلہ افزا ہے۔ یہ ساری تفصیلات سری لنکا کے اسسٹنٹ سکریٹری جنرل جناب پی ایم محی الدین صاحب نے نمائندہ ایشیا لاہور کو پاکستان میں بتائی ہیں۔ موصوف ریاض میں World Assembly of muslim youth کے اجلاس میں شرکت کے بعد براہ "پاکستان" سیلون جا رہے تھے۔ مولانا مودودی کو دیکھنے کے لئے آپ پاکستان اتر پڑے۔ موصوف نے بتایا کہ جماعت اسلامی سیلون کا مرکز پہلے ایک دیہات میں اور وہاں میں تھا ایسا کام کی ترقی کے پیش نظر مرکز منتقل ہو کر دارالحکومت کولمبو میں آگیا ہے۔

سیلون کے سیاسی حالات اور جماعت اسلامی کی پالیسی!

جماعت اسلامی سیلون کی پالیسی کی وضاحت کرتے ہوئے انھوں نے بتایا کہ جماعت اسلامی ابھی اتنی طاقتور نہیں ہے کہ انتخابات میں حصہ لے سکے البتہ جماعت اسلامی کی یہ کوشش ضرور ہے کہ ملک میں اخلاقی قدریں سربلند رہیں اور ایسی سیاسی صورت نہ پیدا ہونے پائے جس میں مذہب اور اخلاق کا راستہ محدود ہو کر رہ جائے

مسز بندرا نائیکے کے دور میں ایک وقت ایسا آیا تھا جب کمیونسٹوں کے ابھرنے کا امکان پیدا ہو گیا تھا۔ جماعت اسلامی نے اس خطرے کو محسوس کر کے جگہ جگہ جلسے کئے اور اہل ملک کو کمیونزم کی حقیقت سے آگاہ کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں علمی سطح پر کمیونزم زیر بحث آگیا اور باشندگان ملک خطرے سے باخبر ہو گئے۔

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے جناب محی الدین صاحب نے بتایا کہ سیلون میں دوسرا خطرہ لسانی تعصب کا فتنہ ہے سنہالی اور تامل، سیلون کی آبادی میں دو بڑی قومیں ہیں اور پانچ زبانیں ہیں، اگرچہ سنہالی اکثریت میں ہیں تاہم تعلیم اور معاش میں تامل آگے ہیں، ان کی قوم کے لوگ عدلیہ، انتظامیہ اور شعبہ تعلیم میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں، جبکہ سنہالی اس معاملے میں ان سے بہت پیچھے ہیں، اس فوقیت اور ترقی کے باوجود وہ اپنے لئے الگ تامل ریاست کا مطالبہ کرتے ہیں، اس وجہ سے سنہالیوں اور تامل کے درمیان متعدد مرتبہ خونیں تصادم بھی ہوئے ہیں چونکہ زبان مسلمانوں کا مسئلہ نہیں ہے (اگرچہ سیلون کے مسلمانوں کی اکثریت تامل زبان بولتی ہے) اس لئے جماعت اسلامی سیلون کے مسئلے سے ہمیشہ الگ تھلگ رہی اور وہ دعوت دین کے کام کو دونوں قوموں کے درمیان فروغ دینے میں یکساں کوشاں ہے۔

جماعت اسلامی سیلون کی تبلیغی مساعی

چونکہ ملک کی اکثریتی آبادی

کی زبان سنہالی ہے اس لئے جماعت اسلامی سیلون کے پروگرام میں اسلامی لٹریچر کو سنہالی زبان میں منتقل کرنا سرفہرست شامل ہے، رسالہ دینیات کا سنہالی زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے اسی طرح مولانا مودودی صاحب کی کچھ اور چھوٹی چھوٹی کتابیں بھی ہیں جو ترجمہ ہو رہی ہیں، محمد قطب صاحب کی کتاب، "شبہات حول الاسلام" کا سنہالی ترجمہ ہو چکا ہے اور ان کتابوں کا تامل زبان میں بھی ترجمہ کیا جا چکا ہے، جماعت اسلامی سیلون کا ایک آرگن بھی ہے جس کا نام "الحسنات" ہے، یہ تامل زبان میں شائع ہوتا ہے، تبلیغ دین کا یہ بھی ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔

تلاش روزگار میں مشرق وسطیٰ کا رخ!

جناب محی الدین نے سیلون کی مجموعی صورتحال کا جائزہ لیتے ہوئے فرمایا کہ آج سیلون میں بے روزگاری بہت بڑا مسئلہ ہے اور اس سے مسلمان بھی متاثر ہیں، مشرق وسطیٰ میں تیل کی برآمد سے ترقی ہوئی ہے تو سیلون کی آبادی کا بہت بڑا حصہ مشرق وسطیٰ میں ملازمتیں تلاش کرتے نکل گیا ہے، سیلون سے جو لوگ مشرق وسطیٰ پہنچے ہیں ان میں انجینئر ٹیچر اور مزدور ہیں، جماعت اسلامی سیلون ان لوگوں تک بھی تعارف دین پہنچاتی رہتی ہے تاکہ یہ لوگ مشرق وسطیٰ کے اسلامی ماحول سے پختہ مسلمان بن کر واپس آئیں۔

سیلون کے جمہوری نظام میں مسلمان!

جناب محی الدین سیلون کے جمہوری نظام سے بڑے خوش اور مطمئن تھے، ان کے الفاظ میں سیلون میں تمام ملکوں سے زیادہ جمہوری نظام ہے، تمام باشندگان ملک اور اقوام و مذہب سے یکساں اور منصفانہ سلوک کیا جاتا ہے اگرچہ سیلون کا اکثریتی مذہب بدھ مت ہے، تاہم مسلمانوں کو سیلون کے معاشرے میں باوقار مقام حاصل ہے مسلمان تجارت میں پیش پیش ہیں اور حکومت میں بھی انہیں اعلیٰ عہدے حاصل ہیں۔

موجودہ کابینہ میں مسلمانوں کے دو نمائندے ہیں، مسلمان وزیروں کے پاس دو اہم وزارتیں ہیں، وزارت خارجہ اور وزارت ٹرانسپورٹ، وزیر خارجہ جناب حمید صاحب ہیں اور وزیر ٹرانسپورٹ جناب ایچ محمد صاحب ہیں، لطف کی بات یہ ہے کہ دونوں وزراء غیر مسلموں کی نشستوں سے کامیاب ہو کر پارلیمنٹ میں پہنچے ہیں اور غیر مسلموں نے انہیں بڑی تعداد میں ووٹ دے کر کامیاب کیا ہے، ان کے علاوہ پارلیمنٹ کے اسپیکر بھی مسلمان ہیں، مسلمانوں کے دو ڈپٹی منسٹر بھی ہیں، ایک وزارت خارجہ میں ہیں دوسرے وزارت زراعت میں اسی طرح نیچے اضلاع میں بھی مسلمانوں کی دو ڈسٹرکٹ منسٹریاں ہیں، سیلون بائیس اضلاع میں منقسم ہے اور ہر ضلع کا ایک ڈسٹرکٹ منسٹر ہوتا ہے، مسلمان اس وقت بڑی متوازن سیاست کے مالک ہیں، پارلیمنٹ کے تمام حلقوں

انتخاب ایسے ہیں جن میں توازنِ طاقت مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے، وہ جس جانب جھکتے ہیں وہی کامیاب ہو جاتا ہے اس طرح مسلمان سیلون کی سیاست میں فیصلہ کن اثر رکھتے ہیں۔

مسلمانوں کے لئے خصوصی مراعات

سیلون میں مسلمانوں کے اس وقت ۱۵۰۰ اسکول ہیں جن میں حکومت کی جانب سے دینی تعلیم کے لئے ایک ایک مولوی اور ایک ایک قاری مقرر ہے، لیکن یہ رعایت صرف مسلمانوں کے لئے ہے، دوسرے کسی فرقہ کیلئے نہیں ہے۔ اس طرح ریڈیو سیلون پر بھی مسلمانوں کے لئے خصوصی وقت دیا جاتا ہے۔ ریڈیو سیلون سے صبح وشام درس قرآن و حدیث نشر کیا جاتا ہے، اسلامی تعلیمات پر تقریریں بھی ہوتی ہیں اور عربی کلاسیں بھی ہوتی ہیں، جماعت اسلامی سیلون کے سابق امیر جو آج کل ریاض میں ہیں ریڈیو سیلون پر درس قرآن دیا کرتے تھے۔ رمضان المبارک میں مسلمانوں کے لئے خصوصی ریڈیو پروگرام ہوتے ہیں، افطار کے وقت اذان سنائی جاتی ہے اور سحری کے وقت اسلامی تعلیمات پر مبنی پروگرام ہوتا ہے۔ ۲۷ رمضان المبارک کو ریڈیو سیلون پوری شب مسلمانوں کے لئے اسلامی پروگرام نشر کرتا ہے۔

سیلون میں صدارتی نظام

جناب محی الدین صاحب نے سلسلۂ گفتگو میں بتایا کہ موجودہ صدر جے وردھن کی پارٹی نے جمہوری نظام کو اور بہتر بنانے کے لئے صدارتی نظام رائج کر دیا ہے لیکن یہ تبدیلیاں زبردستی نہیں بلکہ باشندگانِ ملک کی رضا کو بروئے کار لائی گئی ہیں۔ سیلون میں اس سے قبل پارلیمانی نظام تھا لیکن بعض سیاست دانوں کی غلط حرکتوں نے اس کے بارے میں ملک میں بہت سے شکوک پھیلا دیئے بالخصوص مسز بندرا نائیکے کی حکومت کے آخری زمانے میں بڑی نامناسب کارروائیاں ہوئیں۔ ۱۹۷۷ء کے انتخاباتِ عام میں جب جے وردھن نے اپنی پارٹی کا منشور پیش کیا تو اس میں پارلیمانی نظام کے بجائے صدارتی نظام کا وعدہ کیا، اتنی سی بات کے نتیجے میں جے وردھن کی پارٹی اکثریتی طور پر کامیاب ہو گئی تو اس نے پارلیمانی نظام کے بجائے صدارتی نظام رائج کر دیا، یہ صحیح معنوں میں جمہوری تبدیلی تھی، اس لئے ملک نے اس کو بطیب خاطر قبول کیا۔

پھر محی الدین صاحب نے جے وردھن کے بارے میں بتایا کہ وہ بہت مہذب اور جمہوریت نواز ہے، مسز بندرا نائیکے کے دورِ حکومت میں پارلیمنٹ میں بڑا غل غپاڑہ ہوا کرتا تھا کیونکہ ارکان پارلیمنٹ شراب پی کر شریک اجلاس ہوتے تھے جے وردھن نے قطعی حکم دے رکھا ہے کہ کوئی رکن پارلیمنٹ شراب پی کر اجلاس میں نہ آئے، اس ممانعت سے پارلیمنٹ کا نظام کارکردگی بہت بلند ہو گیا ہے اور ارکان بڑی سنجیدگی اور ہوش مندی سے ملکی مسائل پر بحث وگفتگو کرتے ہیں۔

جے وردھن کے بارے میں انھوں نے مزید انکشاف کیا کہ وہ ہر مذہب کا بڑا احترام کرتا ہے اور حکومت کے کسی ایسے اقدام کی ہرگز تائید نہیں کرتا جس سے کسی مذہب کے احترام میں فرق آتا ہو۔

منصف مبارکپوری جامعۃ الفلاح

"استفسار"

ہر ایک دل میں غم و اضطراب کیسا ہے
جفا و ظلم کا ہر سو عذاب کیسا ہے

مذاق و حسنِ تفکر اسی سے ہے ظاہر
کہ بہرِ زیست ترا انتخاب کیسا ہے

جو انقلاب مداوائے غم نہ ہو کیا ہے
بجھے نہ تشنگی جس سے وہ آب کیسا ہے

اماں نہ جس سے ملے وہ نظام ہے باطل
نہ دے جو روشنی وہ آفتاب کیسا ہے

ہزار مدح و ستائش کا کوئی پل باندھے
جو پردہ بن نہ سکے وہ نقاب کیسا ہے

جو لفظ میں نہ ہو معنی تو لفظ مہمل ہے
طرب نہ جس سے ملے وہ رباب کیسا ہے

تو سمجھتا کیوں نہیں حالِ زبونِ دل تیرا
خدا ہی جانے ترا احتساب کیسا ہے

جہاں جہاں بھی ہے خودساختہ نظام کا راج
علی العموم وہاں اضطراب کیسا ہے

سمجھ سکا ہے نہ صدیوں میں مرا من ہنوز
نہ جانے ذہنِ فرنگی خراب کیسا ہے

نہ چھپ سکے گا عمل کوئی بھی چھپانے سے
خدا ہی جانے وہ یوم الحساب کیسا ہے

ہر ایک شے کی طبیعت کو اصل تک سمجھو
جو مست کر نہ سکے وہ شراب کیسا ہے

افاقہ جس سے نہ ہو پائے وہ دوا ہے غلط
سکوں نہ مل سکے جس سے وہ خواب کیسا ہے

شباب میں نہ ہو مردانگی نہ عزم جواں
شباب ایسا اے منصف شباب کیسا ہے

عالمِ اسلام

(انصار احمد فلاحی نے ترتیب دیا)

زنجبار کے بعد یوگنڈا بھی جولیس نیریرے کی سازشوں کا شکار

قاہرہ سے نکلنے والے ایک کثیر الاشاعت پندرہ روزہ اخبار کا خصوصی صفحہ

یوگنڈا کے مسلم صدر دادا عیدی امین جولیس نیریرے کی سازشوں کا شکار ہوگئے اور زنجبار کے بعد کمپالا بھی یوگنڈا کی متعصب عیسائی قیادت کی زیر تحویل چلا گیا۔

جولیس نیریرے کی فوجیں "محاذ آزادی یوگنڈا" کے پرچم لہراتی ہوئی کمپالا میں داخل ہوگئیں، زنجبار میں جولیس، مارشل اوکیلو اور ان کے اعوان و انصار کے ہاتھوں مسلمانوں کے ساتھ جو خونیں ڈرامے کھیلے گئے تھے اور اس کے بعد تنزانیہ کی مسلم اکثریت کے ساتھ جو بدترین مظالم روا رکھے گئے تھے کمپالا میں بھی وہی مظالم دہرائے گئے اور ظلم و بربریت کا ننگا ناچ ناچا گیا۔

بڑے افسوس کے ساتھ اس ورق کی حقیقت کا اظہار کرنا پڑ رہا ہے کہ دنیا کے امن پسند ادارے اور تنظیموں، اسلامی ممالک اور سلامتی کونسل نے اس دردناک حادثے کو اسی طرح نظر انداز کر دیا جس طرح انھوں نے ۱۹۶۴ء کے زنجبار کے حالات کو نظر انداز کر دیا تھا اور زنجباری باشندوں کے خون سے مہندی لگائی گئی تھی۔

جولائی ۱۹۶۳ء میں زنجبار میں انتخابات کے بعد وطن دوستوں کی نئی حکومت عمل میں آئی، حالانکہ ان کی ناکامی کے لیے انگریزی استعمار، جولیس نیریرے اور اس کے اعوان و انصار نے بھرپور جد و جہد کی تھی۔ ستمبر ۱۹۶۳ء میں قومی حکومت اور انگریزوں کے درمیان گفت و شنید شروع ہوئی اور دسمبر ۱۹۶۳ء میں زنجبار کی آزادی و خود مختاری کا مکمل اعلان کر دیا گیا، دسمبر کے آخر ہی میں وہ اقوام متحدہ کا ممبر بنا لیا گیا اور عرب ممالک کے ساتھ اس کے تعلقات مربوط و مستحکم ہو گئے اور اس نے اپنی سرزمین سے یہودیوں کو نکال باہر کیا۔

ادھر زنجبار آزادی کے بعد پیش آمدہ اقتصادی و تجارتی مشکلات و مسائل کو حل کرنے میں مصروف اور کوشاں تھا اور ادھر دار السلام میں جولیس نیریرے، انگریزی استعمار اور یہودیوں کے مابین اس کی تباہی و بربادی کی سازشیں ہو رہی تھیں تاکہ اس نو آزاد مسلم ملک کو تنزانیہ کا ایک جزء بنا دیا جائے اور مسلمان خود مختاری کی زندگی

ڈالبسر کر سکیں۔

جس طرح ماضی میں زنجبار ہاتھ سے چلا گیا تھا آج یوگنڈا بھی مسلم ہاتھوں سے چھین لیا گیا ہے، عیسائیوں کمیونسٹوں اور اسلام دشمن عناصر کی مدد سے نیریرے نے یوگنڈا پر حملہ کر دیا اور مشرق و مغرب سے کوئی صدا بلند نہ ہوئی، مسلم ممالک کے حکام بھی خاموش رہے افریقی تنظیم اتحاد، اقوام متحدہ یا عربی محاذ سے کوئی احتجاج یا ہنگامہ برپا نہ ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

عیدی امین کے خلاف اسلام دشمن طاقتیں اس وقت سے سازش کر رہی ہیں جب سے انھوں نے اپنا رشتہ اسرائیل اور اسلام دشمن عناصر سے توڑ کر اپنے مرکز حقیقی سے جوڑ لیا تھا، آج یوگنڈا کے زوال کے بعد دنیا کی امن پسند طاقتیں واویلا تو کیا مچاتیں گھی کے چراغ جلا رہی ہیں۔ وزیر خارجہ برطانیہ نے امین کے زوال پر اپنی خوشی کا اظہار کیا، جمہوریت اور حقوق انسانی کا علمبردار امریکہ بھی علی الاعلان تنزانیہ کے آمر مطلق جولیس نیریرے کی امداد پر پھولے نہیں سما رہا ہے۔

ہم یوگنڈا عیدی امین کی حکومت، قزاقی کی ظالمانہ حرکتوں، مشرق و مغرب کی سازشوں اور مسلم حکام و عوام کی سلامت روی خاموشیوں کی وجہ سے کھو چکے ہیں، کاش اب بھی مسلمانوں کی آنکھیں کھل جائیں اور وہ مشرقی و مغربی استعمار اور اسلام دشمن طاقتوں سے چوکنا ہو جائیں۔

افغان فوج میں بغاوت ہو گئی!

— کارٹر کے مشیر افغانستان میں امریکی مداخلت پر تبصرے سے بچ رہے ہیں!
— فوجی گروہ در گروہ مجاہدین کے ساتھ شامل ہو رہے ہیں!
— چیکوسلواکیہ پر روسی حملے کے دوران کی مشہور شخصیت جنرل الیکسی یپیشیف بھی افغانستان پہنچ گیا!
— افغانستان کے وزیر اعظم مسٹر حفیظ اللہ امین نے سعودی عرب پر بھی پاکستان میں پناہ گزین افغانیوں کی امداد کا الزام عائد کیا ہے۔ روس کو افغانستان میں ترہ کی حکومت کا استحکام مشکوک نظر آ رہا ہے۔

افغانستان میں ترہ کی گورنمنٹ کے خلاف برسرپیکار حزب اسلامی کے رضاکاروں نے گذشتہ ایک ماہ کے دوران ملک کے تین بڑے صوبوں بامیان، غور اور ارزگان پر قبضہ کر لیا ہے، ان علاقوں میں تعینات سرکاری فوج نے بلا مزاحمت اپنے ہتھیار مجاہدین کی تحویل میں دے دئے اور وہ ان کے شانہ بشانہ ترہ کی کے برخلاف جنگ میں شریک ہو گئی ہے، اس موقعہ پر خاصی تعداد میں اسلحہ اور گولہ بارود بھی مجاہدین کے قبضے میں آ گیا جس میں طیارہ شکن توپیں بھی شامل ہیں۔

اس کے ساتھ ہی بی بی سی نے لندن کے اخبار ڈیلی ٹیلی گراف کے حوالے سے خبر دی ہے کہ افغانستان فوج کا ایک اور آرمرڈ بریگیڈ رضاکاروں کے ساتھ شامل ہو گیا ہے۔ یہ بریگیڈ کابل سے ۲۰ میل دور جنوب میں گردیز کے مقام پر متعین تھا۔ واضح رہے کہ ابھی چند روز پیشتر

افغانستان کی بری فوج کے ایک مشینی بریگیڈ نے حکومت سے بغاوت کر کے مجاہدین کی حمایت کا اعلان کر دیا تھا۔ اجنبی فرانس پریس کے مطابق اس بریگیڈ کا تعلق ساتویں میکانائزڈ ڈویژن سے ہے اور اسے مشرقی صوبہ پکتیا میں رضاکاروں کی سرکوبی کے لیے بھیجا گیا تھا، بی بی سی کے مطابق یہ پہلا موقع ہے کہ افغان فوج کی اتنی بڑی تعداد نے حکومت سے اپنی وفاداری مجاہدین کو منتقل کرنے کا فیصلہ کیا ہے، اس سے پہلے افغان فوجی انفرادی طور پر مجاہدین کے ساتھ شامل ہوتے رہے ہیں۔

افغان فوج کا یہ بریگیڈ ڈھائی ہزار سپاہیوں پر مشتمل ہے اور اس کے پاس بکتر بند گاڑیاں اور توپیں بھی ہیں اس بریگیڈ کے مجاہدین کے ساتھ شامل ہونے سے ان کی طاقت میں زبردست اضافہ ہو گیا ہے اس بریگیڈ کو جس کا سربراہ ایک کرنل ہے، ایک مقام پر جہاں مجاہدوں نے ایک سڑک کی ناکہ بندی کر رکھی تھی بھیجا گیا تھا، کرنل نے مخصوص فوجی اشاروں کے ذریعہ رضاکار مجاہدین کو بات چیت کیلئے بلایا اور پھر اپنے باغیوں کے ساتھ شامل ہونے کا اعلان کر دیا، اس کے فوراً بعد بکتر بند بریگیڈ کے تمام سپاہیوں نے چھاپہ ماروں کے ساتھ مل کر حکومت کے خلاف جنگ شروع کر دی، اس موقعہ پر باغیوں نے ایک روسی ہیلی کاپٹر پر بھی قبضہ کر لیا جو وہاں صورتحال کا جائزہ لینے کے لئے آیا تھا۔ اس ہیلی کاپٹر میں دو روسی مشیر اور افغان کی سرکاری فوج کے دو افسر سوار تھے، روسی مشیر کو اس وقت گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا جبکہ افغان فوجی افسروں کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا گیا۔

بی بی سی نے اس واقعہ کی اطلاع دیتے ہوئے بتایا ہے کہ افغانستان کے دو صوبوں میں باقاعدہ فوج کی ایک بڑی تعداد مجاہدین کے ساتھ شامل ہو گئی ہے، ان فوجیوں کی تعداد دو ہزار سے زیادہ ہے جن میں سپاہیوں کے علاوہ افسر بھی شامل ہیں، یہ باغی فوجی جنھوں نے سرکاری وردی پہن رکھی ہے اب مجاہدین کے ساتھ مل کر ترہ کی کے حامیوں سے جنگ آزما ہیں اور وہ ہتھیار بھی سرکاری استعمال کر رہے ہیں۔ ریڈیو کے مطابق کابل کے جنوب میں جس مقام پر باغی فوج مجاہدین سے ملی ہے اس کا نام گردیز ہے جبکہ مشرق میں جہاں سرکاری فوج نے بغاوت کر دی ہے وہ علاقہ ننگرہار ہے، واضح رہے کہ اس سے پہلے بھی افغانی فوج میں وسیع پیمانے پر بغاوت کے دو واقعات ہرات اور جلال آباد میں رونما ہو چکے ہیں۔

امریکہ کی مداخلت

امریکی جریدہ نیوز ویک کے مطابق افغانستان میں امریکی مداخلت کا امکان پیدا ہو گیا ہے۔ کیونکہ صدر کارٹر کے قومی سلامتی کے مشیر مسٹر برزنسکی اور سی آئی اے کے کچھ حکام کی طرف سے افغانستان کے معاملات میں امریکی مداخلت پر زور دیا جا رہا ہے جبکہ وزارت خارجہ کے حکام اس اقدام کے خلاف ہیں، نیوز ویک نے لکھا ہے کہ افغانستان کے انتشار میں کمی کے بجائے اضافہ ہو رہا ہے۔

دعائے صحت کی درخواست

بھوپال کی مشہور سماجی و ملی شخصیت اور تحریک اسلامی کے زبردست حامی جناب محمد صادر قلی خاں نواب۔ آف محمد گڑھ اسٹیٹ ان دنوں بمبئی کے ایک ہسپتال میں داخل ہیں، ٹیومر کو شعاعوں کے ذریعہ جانچا جارہا ہے، "ادارہ حیات نو" اپنے تمام قارئین سے موصوف کی دعائے صحت کی درخواست کرتا ہے۔

جامعہ کے شب و روز!

گورکھپور ڈویژن کا اجتماع کامیاب!

یکم ۲/۳ر جون کو گورکھپور ڈویژن کا اجتماع ہوا جس میں مرکزی ذمے داروں کے ساتھ مولانا محمد یوسف امیر جماعت اسلامی ہند بھی تشریف لائے تھے۔ اجتماع کے شرکا کافی تعداد میں تھے۔ اجتماع بحیثیت مجموعی کامیاب رہا۔ ۲ر جون کی شام کو جامعہ کی طرف سے امیر جماعت کی آمد کے موقع پر ایک عصرانہ بھی دیا گیا جس میں امیر جماعت کی خدمت میں ایک سپاسنامہ پیش کیا گیا اور آخر میں امیر جماعت نے خطاب بھی کیا۔ محترم عطاء الرحمٰن وجدی اڈیٹر تحقیقات سہارنپور اور ایس آئی ایم کے زونل صدر جناب شکیل احمد نے طلبہ و نوجوانوں سے خطاب فرمایا اور خواتین سے محترمہ بیگم تیسیر نیازی صاحبہ (ناظمہ شعبۂ خواتین) نے۔

حادثات جو بھلائے نہ جائیں گے!

۱۸ر جون۔ اڈیٹر البعث الاسلامی اور اڈیٹر آفتاب بھوپال کے انتقال پر ملال پر جامعہ کی دعائے مغفرت کی گئی جامعہ کی طرف سے اور انجمن طلبۂ قدیم کی طرف سے پسماندگان کو تعزیت نامے بھی ارسال کئے گئے

سالانہ امتحان کا آغاز!

جامعۃ الفلاح میں طلبہ کا سالانہ امتحان ۷ر جولائی سے شروع ہوکر ۱۹ر جولائی کو ختم ہو رہا ہے، اس وقت طلبہ امتحان کی تیاریوں میں مصروف ہیں، انشاء اللہ ۲۰ر جولائی کو تمام طلبہ اپنے گھروں کو روانہ ہو جائیں گے۔

کشمیر لائٹ ڈرنک ہاؤس!

جامعۃ الفلاح عالمیت فاضل کے طلبہ قابل مبارکباد ہیں جنھوں نے اجتماع کے موقع پر کشمیر لائٹ ڈرنک ہاؤس قائم کرکے ۳۳۴ روپیوں سے کشمیر ریلیف فنڈ میں حصہ لیا۔ ادارہ حیات نو اپنے ان طلبہ ساتھیوں کو مبارکباد پیش کرتا ہے۔ ایس آئی ایم جامعۃ الفلاح یونٹ نے بھی کشمیر ریلیف فنڈ میں حصہ لیا زبردست فقر و احتیاج کے باوجود اس نے ۲۰۷ روپئے کی خطیر رقم کشمیر روانہ کی۔ اللہ تعالیٰ ان تمام کوششوں کو کامیاب فرمائے آمین۔

محمد عمیر (?)

"طلبۂ قدیم کی ایک الگ تنظیم "انجمن طلبۂ قدیم" کے نام سے قائم ہے، یہ باقاعدہ اپنے جلسے جامعہ میں کرتی ہے، اس انجمن کا ایک موقر جریدہ "حیات نو" ماہوار پابندی کے ساتھ نکلتا ہے، جس کے مضامین اہل علم حضرات سے خراج تحسین وصول کر چکے ہیں۔ انجمن کے ارکان نہایت پرجوش اور فعال نوجوان ہیں، وہ اپنی مادر علمی کی ترقی و بہبود کے لیے برابر سرگرم کار رہتے ہیں، ہمیں ان سے بڑی توقعات وابستہ ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے جوش و ہمت اور کارکردگی میں اضافہ پر اضافہ فرمائے آمین۔"

جامعۃ الفلاح میں امیر جماعت اسلامی ہند
مولانا محمد یوسف صاحب کی تشریف آوری
پر ان کی خدمت میں پیش کیے گئے سپاس نامے
کا ایک اقتباس

مطبوعہ لطیف پریس